خاتم النبيین لا نبی بعدی

قادیانیت پر غور

کرنے کا سیدھا راستہ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ

مولانا محمد منظور نعمانی

تعارف

جنوری ۱۹۵۳ء میں اس عاجز کو کانپور میں ایک نجی مجلس میں قادیانیت پر ایک گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں، میں نے صرف یہی بتلایا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو جانچنے کا اور قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا اور آسان راستہ کیا ہے؟۔ جس سے ہر عامی سے عامی بھی ان کو جانچ پرکھ سکے۔

جب یہ گفتگو قلمبند ہو کر ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں شائع ہوئی تو بکثرت خطوط آئے کہ اس کو مستقل رسالہ کی شکل میں بھی شائع کیا جائے۔ بمبئی کے ایک تبلیغی ادارے کی طرف سے خصوصیت سے اس کا سخت تقاضا کیا گیا اور اس کے سیکرٹری صاحب نے بار بار لکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ دراصل انہی کے مسلسل تقاضوں نے اس پر آمادہ کیا۔ ورنہ بالکل ارادہ نہ تھا۔ بہر حال اب اس رسالہ کی شکل میں اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ اس کے مطالعہ کے وقت ناظرین کو یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ پہلے یہ گفتگو ماہنامہ الفرقان میں شائع ہوئی تھی اور اسی کو بعینہ اس رسالہ کی شکل میں طبع کرایا گیا ہے۔

اس گفتگو کے لب ولہجہ میں بھی ناظرین کو بعض مقامات پر شاید کچھ غیر متوقع قسم کی سختی محسوس ہو۔ لیکن اس کے لئے یہ عاجز کسی معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی امت کے بارہ میں وہ جانتا ہے جو یہ عاجز جانتا ہے اس کی گفتگو میں اگر ان لوگوں کے بارہ میں سختی ہو جائے تو دوسروں کو اسے معذور سمجھنا چاہئے۔

محمد منظور نعمانی.....ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ!

جنوری کے دوسرے ہفتہ میں کانپور سے ایک نوجوان اس عاجز کے پاس آئے اور انہوں نے بتلایا کہ ان کے بعض عزیز قادیانی ہیں اور وہ دوسرے عزیزوں اور قرابت داروں سے

بھی اس سلسلہ میں باتیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے اور لوگوں کے بھی گمراہ ہونے کا خطرہ ہے۔ انہوں نے مجھ سے خواہش کی کہ میں ان کے ساتھ چل کر انہیں سمجھانے کی کوشش کروں۔ میں نے ان سے کہا کہ جب آدمی کسی عقیدہ اور مذہب کو اختیار کر لیتا ہے اور لوگوں کو عام طور سے اس کے متعلق یہ بات معلوم ہو جاتی ہے تو میرا عام تجربہ اور اندازہ یہ ہے کہ پھر وہ ایک طالب اور متلاشی حق کی طرح سوچنے پر تیار نہیں ہوتا اور کسی بات پر انصاف اور سچائی کے ساتھ غور نہیں کرتا۔ بلکہ اس کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ اس کے عقیدہ اور مذہب کے خلاف خواہ کیسی ہی روشن دلیلیں پیش کر دی جائیں۔ لیکن وہ ان سے اثر نہیں لیتا اور اپنی بات پر قائم رہنا چاہتا ہے۔ اس لئے آپ کے جو عزیز قادیانیت اختیار کر چکے ہیں ان سے تو مجھے کوئی خاص امید نہیں۔ لیکن جو لوگ ابھی قادیانی ہوئے نہیں ہیں اور وہ غور کرنا چاہتے ہیں تو انشاء اللہ ان کے لئے میرا بات کرنا مفید ہوگا۔

بہر حال میں ان صاحب کے ساتھ کانپور چلا گیا اور ایک مختصر نجی مجلس میں جس میں غالباً دس بارہ حضرات ہوں گے۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔

میں نے مناسب سمجھا کہ اس موقع پر قادیانیت کے متعلق ایک اصولی گفتگو کروں اور اس تحریک کے بارہ میں غور کرنے کا میرے نزدیک جو صحیح، سیدھا اور آسان راستہ ہے۔ بس اسی کو اس موقع پر پیش کروں۔ اس مقصد کے لئے میں نے خود مرزا غلام احمد قادیانی کی دو چار کتابوں کا ساتھ رکھ لینا کافی سمجھا تھا اور وہ میرے ساتھ تھیں۔

جو گفتگو اس عاجز نے اس مجلس میں کی وہ بحث و مناظر کے طرز کی نہ تھی اور اس کی نوعیت وعظ و تقریر کی بھی نہ تھی۔ بلکہ ایک مجلسی گفتگو تھی جس کا مقصد جیسا کہ عرض کیا صرف یہی تھا کہ جو لوگ قادیانیت کے بارہ میں غور کرنا چاہیں ان کے سامنے صحیح طریقہ اور سیدھا راستہ آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل ہے کہ اس نے قادیانیت کی حقیقت اور قادیانیوں کی گمراہی کو سمجھنا ہر اس شخص کے لئے بڑا آسان کر دیا ہے جو نیک نیتی اور ایمان داری سے سمجھنا چاہے اور اس کے لئے صحیح اور سیدھا راستہ بھی اختیار کرے۔ نہ اس کے لئے بڑے علم کی ضرورت ہے نہ بڑی ذہانت کی۔ بلکہ معمولی سے معمولی عقل رکھنے والا آدمی بھی اگر سمجھنا چاہے تو بفضلہٖ تعالیٰ خوب سمجھ سکتا ہے۔

چونکہ مختلف مقامات سے اس کی اطلاعات مل رہی ہیں کہ قادیانی تحریک جو ملک کی تقسیم کے بعد سے بلکہ اس سے بھی کچھ پہلے سے ہندوستان میں ختم سی ہو چکی تھی۔ اب پھر اس کو زندہ

کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور ادھر چند مہینوں سے قادیانی مبلغین کچھ سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ اس لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ اس عاجز نے اس مجلس میں کہا تھا اس کو قلمبند کر کے شائع بھی کر دیا جائے۔ تاکہ قادیانیت کے بارے میں غور کرنے کا یہ صحیح اور سیدھا اور مختصر طریقہ زیادہ سے زیادہ عام مسلمانوں کے علم میں آ جائے اور اس نئے مذہب کی حقیقت کو سمجھنا سمجھانا لوگوں کے لئے آسان ہو جائے۔

اگر چہ واقعہ یہ ہے کہ پروفیسر الیاس برنی نے (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے) قادیانی مذہب لکھ کر قادیانیت کے سلسلہ میں کچھ لکھنے کی ضرورت کو میرے نزدیک ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے اور یہ عاجز اب اس سلسلہ میں کسی نئی تحریر اور تصنیف کی قطعاً ضرورت نہیں سمجھتا۔ لیکن یہ گفتگو چونکہ بہت مختصر ہونے کے ساتھ بہت زیادہ عام فہم اور اپنے مقصد کے لئے انشاء اللہ بالکل کافی وافی ہے۔ اس لئے اس کو شائع کرنا مفید معلوم ہوا۔ امید ہے کہ اس کی روشنی میں غور کر کے ہر شخص یہ جان سکے گا کہ قادیانیت کتنی غلط اور مہمل چیز ہے اور کسی شخص کا قادیانی ہونا اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی یا مسیح موعود وغیرہ ماننا دینی اور اعتقادی گمراہی کے علاوہ اپنی عقل اور انسانی شرافت پر بھی کیسا ظلم ہے۔

تکمیل دین اور ختم نبوت

اس گفتگو میں اس عاجز نے پہلے تکمیل دین اور ختم نبوت کے مسئلہ پر کچھ روشنی ڈالی تھی۔ کم از کم اجمالاً اور اشارۃً اتنا یہاں بھی بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنی گفتگو کے اس ابتدائی حصہ میں اس عاجز نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کی تکمیل اور اس کی حفاظت کی ضمانت کے بارہ میں قرآن مجید کا بیان اور تاریخ کی شہادت ذکر کرنے کے بعد اس چیز پر روشنی ڈالی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان دونوں باتوں کا اعلان فرما کر ہمیشہ کے لئے ہر نبوت کی ضرورت کے ختم ہو جانے کا اعلان فرما دیا۔ کیونکہ جب دین: ''الیوم اکملت لکم دینکم (المائدہ:۳)'' کی شہادت کے مطابق بالکل مکمل ہو چکا اور اس میں اب کبھی کسی ترمیم اور اضافہ کی ضرورت نہیں ہوگی اور ''انا له لحافظون (الحجر:۹)'' کے مطابق وہ جوں کا توں قیامت تک محفوظ بھی رہے گا تو کوئی نیا نبی اب آئے کیوں؟۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں صراحتاً حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان بھی فرما دیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے اتنی حدیثوں میں جن کا شمار بھی مشکل ہے اپنی اس

حیثیت کوصاف صاف بیان فرمایا کہ نبوت کا سلسلہ مجھ پر ختم کر دیا گیا اور میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور پھر پوری امت محمدیہ کا ہمیشہ سے یہی ایمان اور یہی عقیدہ رہا اور جس زمانہ میں کسی نے اپنے کو نبی کہا اس کے متعلق کبھی کچھ غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بلکہ جس طرح خدائی کے دعویداروں کو کذاب سمجھا گیا اسی طرح حضور ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کو امت نے کذاب سمجھا۔

تکمیل دین اور ختم نبوت کے سلسلے میں میں نے اس مجلس میں بس انہی چند پہلوؤں پر کلام کیا تھا اور اس کا خلاصہ بس اتنا ہی تھا۔

جو حضرات ان چیزوں کی تفصیل معلوم کرنا چاہیں وہ الفرقان بابت ماہ صفر کے محولہ بالا مضمون کی طرف رجوع فرمائیں۔ اس عاجز نے اس مجلس میں یہ سب باتیں اسی تفصیل بلکہ اسی ترتیب کے ساتھ بیان کی تھیں جس ترتیب و تفصیل سے چند ہی روز پہلے اپنے اس مضمون میں لکھ چکا تھا۔ چونکہ ناظرین الفرقان اس کو پڑھ چکے ہیں اس لئے یہاں صرف ان ہی اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔ البتہ ختم نبوت کے متعلق یہ اصولی بات کہنے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کی جانچ کے متعلق جو کچھ وہاں کہا تھا اس کو تلخیص و اختصار کی کسی کوشش کے بغیر اسی تفصیل سے درج کرتا ہوں اور وہی دراصل قادیانیت کے متعلق اصل بحث ہے۔

جو کچھ میں نے وہاں اس سلسلہ میں کہا تھا اس کو پہلے سے ذہن میں مرتب کرلیا تھا اور کاغذ پر بھی نوٹ کرلیا تھا اور اسی کی مدد سے اب اس کو قلمبند کررہا ہوں۔

اگر تکمیل افادیت کے نقطہ نگاہ سے کوئی ایسی بات لکھنا مناسب سمجھوں گا جو اس مجلس میں نہیں کہی تھی تو انشاء اللہ موقع پر اس کو حاشیہ میں لکھ دوں گا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی جانچ

مجلس کے حاضرین میں جو چند قادیانی حضرات تھے میں نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

آپ حضرات کو جیسا کہ میری اب تک کی گفتگو سے معلوم ہوا واقعہ یہ ہے کہ ختم نبوت ہمارے ایمان کا جز ہے۔ لیکن میں تھوڑی دیر کے لئے اس سے صرف نظر کر کے کہتا ہوں کہ اگر بالفرض نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی اور انبیاء علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ جاری ہوتا تب بھی مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کسی شخص کے نبی ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ میں اس وقت آپ حضرات کے سامنے چار اصولی باتیں پیش کرتا ہوں۔ ان کی روشنی میں ہر شخص مرزا قادیانی کو بڑی آسانی سے جانچ سکتا

ہے اور میرے نزدیک قادیانیت پر غور کرنے کا یہی صحیح اور سیدھا اور آسان ترین راستہ ہے۔ جو چار اصولی باتیں میں اس وقت آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ دو اور دو چار کی طرح بالکل بدیہی اصول ہیں۔

چار اصولی باتیں

پہلی بات

میری پہلی اصولی بات جس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا یہ ہے کہ ہر سچے نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے سب نبیوں کا احترام کرے اور دوسرے لوگوں کو بھی ان کے ادب واحترام کی تعلیم دے۔ کیونکہ ہر پیغمبر اللہ کا نائب اور اس کا نمائندہ ہوتا ہے۔ کسی پیغمبر کی اہانت اور ہتک کرنا کسی ادنیٰ درجہ کے مومن کا بھی کام نہیں۔ لیکن مرزا قادیانی کو ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے سچے اور جلیل القدر نبی سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بڑی غیر شریفانہ باتیں کہی اور لکھی ہیں۔ چونکہ یہ مجلس بحث ومناظرہ کی مجلس نہیں ہے اور میں آپ حضرات کو قادیانیت کے متعلق غور کرنے کا صرف طریقہ اور راستہ بتانا چاہتا ہوں۔ اس لئے مرزا قادیانی کی صرف ایک عبارت بطور نمونہ پیش کرتا ہوں:

وہ اپنی کتاب (دافع البلاء ص۴ حاشیہ خزائن ج۱۸ ص۲۲۰) پر لکھتے ہیں:

”مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ کے دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے جسم کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔“

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام پر چند تہمتیں رکھی ہیں۔ اول یہ کہ وہ شراب پیتے تھے۔ دوم یہ کہ وہ فاحشہ اور بدکار عورتوں سے ان کی ناپاک کمائی سے حاصل کیا ہوا عطر اپنے سر پر ملواتے تھے اور ان کے ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اپنے بدن کو چھواتے تھے۔ تیسرے یہ کہ بے تعلق جوان عورتیں ان کی خدمت کرتی تھیں۔

یہ ناپاک تہمتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پاک پیغمبر پر رکھنے کے بعد یہ شخص یہ بھی لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حصور کا لفظ انہی قصوں کی وجہ سے نہیں فرمایا[1]۔

یہ گندی باتیں جو اس شخص نے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہی ہیں مجھے معلوم نہیں کہ آپ لوگوں کا احساس ان کے متعلق کیا ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ نبی کا مقام تو بہت بلند ہے۔ کسی شریف اور نیک آدمی کے متعلق بھی ایسی باتیں کرنا یقیناً اس کی سخت توہین ہے اور جس شخص میں ایمان کا کوئی ذرہ ہو وہ اللہ کے کسی پیغمبر کے متعلق ایسی گندی اور بے حیائی کی باتیں زبان سے نہیں نکال سکتا۔

قادیانی تاویل: میں خود ہی آپ کو یہ بھی بتلا دوں کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو ایسی غیر شریفانہ باتیں اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ قادیانی حضرات ان کے متعلق عام طور سے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ سب عیسائی پادریوں کے مقابلہ میں الزامی طور پر لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ محض دھوکہ اور بناوٹ ہے۔ خصوصاً میں نے اس وقت جو عبارت پڑھ کر سنائی ہے وہ دافع البلاء کی ہے اور دافع البلاء کے مخاطب زیادہ تر علمائے اسلام ہیں۔ جس کا جی چاہے پوری کتاب پڑھ کر دیکھ لے۔ اس کے علاوہ جو گندی اور فحش باتیں انہوں نے اس عبارت میں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کی ہیں وہ تو ان کے نزدیک (معاذ اللہ) ایسے سچے اور واقعی قصے ہیں کہ اللہ نے انہی کی وجہ سے قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حصور کے خطاب سے

---

[1] جو گندی ناپاک تہمتیں اس ظالم نے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگائیں یہ ان کو قرآن پر اور اللہ تعالیٰ پر بھی تھوپتا ہے۔ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی باتوں کی وجہ سے ان کو قرآن میں حصور نہیں کہا۔ کیونکہ حصور کے معنی ہیں اپنی خواہش نفس کو روکنے والا۔ ''سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون علواً کبیرا (اسراء:۴۳)'' حالانکہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن پاک میں حصور نہ کہنے سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ معاذ اللہ یہ گندے قصے اس کا سبب ہیں تو پھر تمام جلیل القدر پیغمبروں، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خود سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے متعلق بھی یہ ظالم یہی کہے گا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ان حضرات کے لئے بھی حصور کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ ہے اس شخص کی قرآن دانی کا نمونہ جس کو اس کے امتی اس کا سب سے بڑا معجزہ کہتے ہیں۔

محروم رکھا اور وہ قرآن میں حضرت عیسیٰ کا نام حصور نہ رکھنے کو ان گندی تہمتوں کے ثبوت کے طور پر پیش کررہے ہیں۔ پس اس کو پادریوں کے مقابلہ کا صرف الزامی جواب کیسے کہا جاسکتا ہے؟۔

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ دافع البلاء کی اس عبارت سے یہ بات بھی واضح طور پر معلوم ہو گئی کہ اس شخص نے یعنی مرزا قادیانی نے اگر کسی کتاب میں عیسائیوں کے مقابلہ میں بھی ایسی باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہی ہیں تو وہ صرف الزامی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ان کے اپنے خیالات اور اپنے دعوے ہیں۔

میں مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قریب قریب یہی گندی باتیں اس سے بھی زیادہ نامہذب اور گندے الفاظ میں ضمیمہ انجام آتھم میں لکھی ہیں۔ اگرچہ اس قسم کی چیزوں کا پڑھنا اور سننا ہر مسلمان کے لئے تکلیف دہ ہے۔ لیکن چونکہ آپ کو اس کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں اس کو بھی پڑھے دیتا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ:

''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا، مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے (یعنی رنڈیوں [1] سے) میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، حاشیہ خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

اس عبارت میں بھی مرزا قادیانی نے وہی باتیں کہی ہیں جو دافع البلاء سے میں ابھی آپ کو سنا چکا ہوں۔ بلکہ یہاں کا طرز بیان اور زیادہ غیر شریفانہ اور سوقیانہ ہے اور سچی بات یہ ہے کہ کتاب کو زمین پر پٹک دینے کو جی چاہتا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ ضمیمہ انجام آتھم کی اس عبارت کے خاص مخاطب بعض عیسائی پادری ہیں۔ لیکن دافع البلاء کی عبارت پڑھنے کے بعد ضمیمہ انجام آتھم کی اس عبارت کے متعلق بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ صرف الزامی باتیں ہیں جو عیسائیوں کے یسوع کے حق میں کہی گئی ہیں۔

---

[1] پنجابی حضرات رنڈی کو کنجری بولتے ہیں۔ چونکہ یوپی کے اکثر لوگ اس محاورے کو جانتے نہیں ہیں۔ اس لئے اس مجلس میں یہ عبارت پڑھتے وقت یہ تشریح کردی گئی تھی۔

کیونکہ دافع البلاء سے معلوم ہو چکا کہ واقعہ میں وہ عیسیٰ علیہ لسلام کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ بلکہ قرآن پاک کو اور خدا کو بھی اپنی گواہی میں لاتے ہیں۔ اسی لئے میں نے اس سلسلہ میں آپ حضرات کے سامنے دافع البلاء کی عبارت پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ انجام آتھم کے ضمیمہ کی یہ عبارت تو میں نے صرف اس لئے پڑھ دی کہ اس میں وہی بات زیادہ گندے طریقہ پر کہی گئی ہے اور دافع البلاء کی عبارت نے اس کی تصدیق کر دی ہے کہ یہ صرف الزامی باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا قادیانی کے یہ دعوے ہیں۔

بہر حال یہ آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ مرزا قادیانی نے ان عبارتوں میں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کیسی گندی اور اہانت آمیز باتیں کہی ہیں۔ پس ایسا شخص نبی کیا معنی؟ صاحب ایمان بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ شرافت وتہذیب کے عام معیار کے مطابق اس کو ایک شریف اور مہذب انسان بھی نہیں کہا جا سکتا۔

اس موقع پر حاضرین مجلس میں سے کسی صاحب نے پوچھا کہ آپ بتا سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایسی باتیں کیوں لکھیں؟۔

میں نے کہا..... میرے نزدیک اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا ایک اہم دعویٰ یہ ہے کہ وہ مسیح موعود ہیں۔ یعنی حدیثوں میں آخر زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد کی جو خبریں دی گئی ہیں وہ ہی ان کے مصداق ہیں اور اپنی شان میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے بہت بڑھے ہوئے ہیں اور بعض خاص مشابہتوں اور مناسبتوں کی وجہ سے حدیثوں میں مجازاً ان ہی کو عیسیٰ اور مسیح کہا گیا ہے۔ لیکن اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ان کی سیرت اور ان کا کردار گھٹیا نہ ہو۔ بلکہ بلند اور بڑھیا ہو تو میرا خیال ہے کہ وہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کو اس لئے گرانا چاہتے ہیں کہ اپنے بے وقوف معتقدوں کو یہ باور کرا سکیں کہ سیرت اور کردار کے لحاظ سے مسیح ناصری کے مقابلہ میں میں بلند ہوں [1]۔ بہر حال میں یہی سمجھتا ہوں۔

---

[1] مرزا قادیانی کا مشہور شعر بھی ہے کہ:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)

مرزا قادیانی کی جانچ کے لئے جو چار اصولی باتیں میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں ان میں سے پہلی تو یہی تھی جو میں پیش کر چکا ور آپ سن چکے۔ اب آگے سنئے:

دوسری بات

دوسری اصولی بات یہ ہے کہ اللہ کے سچے پیغمبر کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے دعوے کی سچائی اور اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے بھولے سے بھی کبھی جھوٹ بولے۔ مگر مرزا قادیانی اس معاملے میں بڑے بے باک ہیں اور بہت بے تکلفی اور دیدہ دلیری سے صاف صریح جھوٹ بول جاتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس کی بہت سی مثالیں میں ان کی کتابوں سے پیش کرسکتا ہوں۔ لیکن چونکہ میرا مطمع نظر اس وقت صرف اتنا ہی ہے کہ مرزا قادیانی کی جانچ اور قادیانیت پر غور کرنے کا ایک صحیح اور اصولی طریقہ آپ حضرات کو بتلا دوں۔ اس لئے میں اس سلسلہ میں بھی مرزا قادیانی کی غلط بیانی کی صرف ایک موٹی سی مثال آپ کے سامنے پیش کردینا کافی سمجھتا ہوں۔

مرزا قادیانی کے صریح جھوٹ کی ایک مثال

”مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی ایک کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا۔ کیونکہ وہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کرچکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے۔“ (اربعین نمبر۳ص۹،خزائن ج ۱۷ص۳۹۴)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم اور مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی مرحوم کے متعلق جو یہ بات لکھی ہے کہ: ”انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ قطعی حکم لگایا تھا کہ وہ (یعنی مرزا قادیانی) اگر کاذب ہے تو وہ ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا۔ کیونکہ وہ کاذب ہے اور یہ کہ اپنی جن تالیفات میں انہوں نے یہ بات لکھی تھی وہ شائع بھی ہوچکی ہیں۔“

یہ سب مرزا قادیانی کا تراشا ہوا جھوٹ ہے۔ ان دونوں مرحوم بزرگوں کی ایسی کوئی کتاب روئے زمین پر موجود نہیں ہے اور کبھی شائع نہیں ہوئی جس میں انہوں نے یہ بات لکھی ہو۔ آپ میں سے جس کا جی چاہے اس کی تحقیق کرلے۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں بھی ان سے یہ مطالبہ کیا گیا اور پھر ان کے ماننے والوں کو ہمیشہ اس کے لئے چیلنج کیا گیا کہ ان دونوں بزرگوں کی وہ شائع شدہ کتابیں دکھاؤ۔ جن میں یہ مضمون موجود ہو۔ لیکن آج تک کوئی نہیں دکھلا سکا اور نہ

قیامت تک کوئی دکھلا سکتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے آپ کو بتلایا یہ مرزا قادیانی کا خالص جھوٹ اور افتراء ہے۔

اور ان کی کذب بیانی کی یہی ایک مثال نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جو شخص مرزا قادیانی کی کتابوں کو تحقیقی اور تنقیدی نگاہ سے دیکھے گا وہ ان میں اس کی بیسوں، پچاسوں مثالیں پائے گا کہ وہ اپنی بڑائی اور سچائی ثابت کرنے کے لئے بالکل بے اصل اور بے بنیاد اور خلاف واقعہ باتیں بڑی دیدہ دلیری سے لکھ جاتے ہیں ۱۔ ایسا شخص پیغمبر تو کیا معنی ایک دیانت دار مصنف بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ میں اللہ تعالیٰ کا ایک نہایت حقیر اور گنہگار بندہ ہوں۔ قریب ۲۱، ۲۲ سال سے تحریر وتصنیف کا کام کرتا ہوں اور اندازہ یہ ہے کہ مستقل تصانیف کی شکل میں اور الفرقان میں میرے قلم کے لکھے ہوئے ۵، ۶ ہزار صفحات ضرور شائع ہو چکے ہوں گے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ الحمدللہ میں بھی اس معاملے میں مرزا قادیانی سے کہیں زیادہ دیانت دار ہوں اور میرا کوئی مخالف میرے لکھے ہوئے ان ۵، ۶ ہزار صفحات میں اس قسم کی غلط بیانی کی ایک مثال بھی نہیں نکال سکتا۔

۱۔ مرزا قادیانی کے یہاں اس قسم کی غلط بیانیوں کی اتنی بہتات ہے کہ مناظرہ سے دلچسپی رکھنے والے بعض حضرات نے ان کی کتابوں سے اس قسم کی غلط بیانیاں چھانٹ کر مستقل کتابیں صرف اسی موضوع پر لکھی ہیں۔ ان رسالوں میں کذبات مرزا مشہور رسالہ ہے۔ پھر مرزا قادیانی اس قسم کی غلط بیانیاں صرف انسانوں ہی کے حق میں نہیں کرتے۔ بلکہ اللہ ورسول اور قرآن وحدیث کے متعلق بھی اس قسم کی غلط بیانی کرنے میں وہ بڑے جری اور بے باک ہیں۔ ایک مثال اس کی بھی ہدیۂ ناظرین ہے:

اسی کتاب اربعین نمبر۳ میں (جس سے مولانا قصوری مرحوم اور مولانا علی گڑھی مرحوم کے متعلق ان کی ایک غلط بیانی ابھی نقل کی گئی ہے) لکھتے ہیں: ''ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔ وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائے گی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔'' (اربعین نمبر۳ ص۱۷، خزائن ج۱۷ ص۴۰۴)

جو لوگ قرآن اور احادیث کا الحمدللہ علم رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ قرآن اور احادیث کے متعلق مرزا قادیانی کی کیسی بے باکانہ غلط بیانی ہے۔

بہر حال مرزا قادیانی کی یہ کمزوری بھی ایسی ہے جس کے ہوتے ہوئے ان کو کسی بڑے درجہ کا انسان نہیں سمجھا جاسکتا۔

تیسری بات

تیسری اصولی بات مرزا قادیانی کی جانچ کے لئے جو آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ انہوں نے بعض اہم پیشین گوئیاں ایسی کیں جن کو خود اپنے جھوٹے یا سچے ہونے کا خاص نشان اور معیار قرار دیا اور بڑے دعوے سے کہا کہ اگر یہ پوری نہ ہوں تو میں جھوٹا ہوں اور ایسا ہوں اور ویسا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس قسم کی زیادہ تر پیشین گوئیوں کو غلط ثابت کر کے ان کا جھوٹا اور مفتری ہونا ظاہر کر دیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔ ورنہ بہت سی پیشین گوئیاں رمالوں، جفاروں کی اور علم جوتش سے واقفیت رکھنے والے پنڈتوں کی پوری ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اگر بالفرض مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئیاں سو فیصدی بالکل ٹھیک ٹھیک پوری ہو جاتیں تب بھی ہم ان کو اس قسم کا استدراج سمجھتے۔ جیسا کہ حدیثوں میں دجال کے متعلق آتا ہے کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور بارش برسا کے اور مردہ کو زندہ کر کے دکھائے گا اور اس کے باوجود دجال ہوگا۔

بہر حال ہمارا یہ ایمان ہے کہ قرآن مجید میں حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان ہو جانے کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے۔ خواہ اس کے ہاتھ پہ کیسے ہی کرشمے ظاہر ہوں اور خواہ اس کی پیشین گوئیاں سو فیصدی پوری ہوں پھر بھی وہ ہرگز سچا نبی نہیں بلکہ کذاب ودجال ہے۔ اس لئے اگر بالفرض مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئیاں پوری بھی ہو جاتیں جب بھی ہمارے ایمان اور عقیدہ پر الحمد للہ کوئی اثر نہ پڑتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ان کی معرکہ کی پیشین گوئیوں کو غلط کر کے اپنے بہت سے کمزور بندوں کو اس آزمائش سے بچالیا۔

میں اس سلسلہ میں ان کی صرف دو پیشین گوئیوں کو اس وقت آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں:

پہلی پیشین گوئی ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کی موت سے متعلق ہے۔ مرزا قادیانی نے اس کی میعاد ۵ رجون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینہ تک (یعنی ۵ رستمبر ۱۸۹۴ء تک) مقرر کی تھی۔ پھر انہوں نے اپنی کتاب (شہادۃ القرآن ص ۹۷، خزائن ج ۶ ص ۳۷۵) پر جو ستمبر ۱۸۹۴ء کی لکھی ہوئی ہے

اپنی صداقت کے نشان اور معیار کے طور پر اپنی اس پیشین گوئی کو پھر دہرایا کہ آتھم ضرور بالضرور اس مدت کے اندر یعنی ۵ر ستمبر ۱۸۹۴ء تک مرجائے گا۔ (اور چونکہ آتھم کی عمر ۷۰ برس کے قریب تھی اس لئے اس کا مرجانا کچھ مستبعد بھی نہ تھا۔) لیکن اللہ تعالیٰ کو مرزا قادیانی کو جھوٹا ثابت کرنا تھا۔ اس لئے بوڑھا عبداللہ آتھم اس مدت میں بھی نہیں مرا۔ بلکہ اس معیاد سے قریباً دو برس گزرنے کے بعد ۲۷ر جولائی ۱۸۹۶ء کو مرا۔ خود مرزا قادیانی نے (انجام آتھم ص ا خزائن ج ۱۱ ص ۱) میں اس کی موت کی یہ تاریخ لکھی ہے۔

مجھے یہ معلوم ہے کہ مرزا قادیانی نے اور ان کی امت کے مناظروں نے اس پیشین گوئی کے بارہ میں بعد کو کیا کیا فضول اور مہمل تاویلیں کی ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ہر صحیح الفطرت آدمی کو ان لوگوں کو اس قسم کی باتوں سے ان کی ہٹ دھرمی کا اور حق پرستی سے دوری کا اور زیادہ یقین ہوتا ہے۔ سیدھی بات ہے۔ کوئی منطق فلسفہ کا مسئلہ نہیں ہے اور کوئی پہیلی اور چیستاں نہیں ہے جس کا سمجھنا اور بوجھنا مشکل ہو۔ مرزا قادیانی نے پیشین گوئی کی تھی کہ آتھم ۵ر جون ۱۸۹۳ء سے ۱۵ر مہینہ تک یعنی ۵ر ستمبر ۱۸۹۴ء تک ضرور مرجائے گا اور اس کو انہوں نے اپنے صادق یا کاذب ہونے کا معیار قرار دیا تھا۔ اب اگر آتھم ۵ر ستمبر ۱۸۹۴ء کی شام تک بھی مرجاتا تو مرزا قادیانی اپنے اس بیان کی رو سے سچے ہوتے۔ لیکن جب وہ اس مدت میں نہیں مرا بلکہ قریباً دو سال بعد تک اور جیتا رہا تو اس کی اس دو سالہ زندگی کا ہر سانس اور ہر لمحہ مرزا قادیانی کے اقرار کے مطابق ان کے کاذب اور جھوٹے ہونے کا ثبوت ہے اور اس میں تاویلیں کرنا خواہ مخواہ ایک کھلے ہوئے جھوٹ کو سچ بنانے کی کوشش کرنا ہے۔ بہرحال غور کرنے والوں اور سمجھنے کا ارادہ رکھنے والوں کے لئے بات بالکل صاف سیدھی اور مختصر سی ہے۔

محمدی بیگم کا قصہ

دوسری پیشین گوئی جو میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ محمدی بیگم کے نکاح سے متعلق ان کی سب سے زیادہ مشہور اور معرکہ کی پیشین گوئی ہے جس کو انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنی صداقت کا خاص آسمانی نشان اور معیار قرار دیا تھا۔ میں پہلے اس کا مختصر واقعہ بیان کردوں۔

مرزا قادیانی کے ایک قرابت دار مرزا احمد بیگ ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ محمدی بیگم ان کی لڑکی تھی۔ مرزا قادیانی کے دل میں اس سے نکاح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ

انہوں نے پیام دیا[1] لیکن احمد بیگ راضی نہیں ہوئے اور انکار کردیا [2]۔ مرزا قادیانی نے احمد بیگ کو متاثر اور مرعوب کرنے کے لئے بڑے زور سے دو باتوں کا اعلان کیا:

ایک یہ کہ: ''محمدی بیگم کا میرے نکاح میں آنا مجھے خدا کی وحی اور الہام سے معلوم ہو چکا ہے اور میں نے خدا کے حکم سے یہ پیام دیا ہے اور خدا نے مجھے بتایا ہے کہ یہ نکاح ضرور ہوگا۔''

اور دوسری بات یہ کہ: ''اس کے گھر والے اگر انکار کریں گے تو طرح طرح کی آفتوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوں گے اور خود محمدی بیگم پر بھی مصیبتیں آئیں گی۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۷۵، ۵۷۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

مرزا قادیانی نے ان باتوں کو اپنے خطوط اور اپنی کتابوں اور اشتہاروں میں ایسے زور سے لکھا کہ احمد بیگ اگر کچا آدمی ہوتا تو ڈر کے نکاح کر ہی دیتا۔ لیکن اس نے اثر نہیں لیا اور وہ برابر انکار کرتا رہا اور مرزا قادیانی طرح طرح سے کوششیں اور ہر قسم کی تدبیریں استعمال کرتے رہے جن کی تفصیل بہت لمبی ہے اور بڑی عبرتناک اور شرمناک ہے اور مجھے اس قسم کی باتوں سے اب طبعی انقباض ہوتا ہے۔ اس لئے میں ان سب واہیات قصوں کو چھوڑتا ہوں اور صرف اصل معاملہ ہی آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں[3]۔ مرزا قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ایک مدت تک اسی طرح چلتا رہا کہ مرزا قادیانی محمدی بیگم کے والد احمد بیگ کو رام کرنے کی کوششیں اور تدبیریں کرتے رہے۔ اس کو خطوط لکھتے رہے اور الہاموں کے حوالہ سے اس کو دھمکیاں بھی دیتے رہے۔ مگر وہ انکار پر جما رہا۔ یہاں تک کہ پٹی ضلع لاہور کے رہنے والے ایک

---

[1] اور اس سلسلہ میں احمد بیگ کو کچھ زمین اور باغ دینے کا لالچ بھی دیا گیا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۷۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

[2] شاید اس انکار کی وجہ یہ ہوگی کہ محمدی بیگم بالکل کمسن لڑکی تھی اور مرزا قادیانی کی عمر اس وقت پچاس برس سے اوپر ہو چکی تھی۔

[3] جو حضرات اس قصہ کی ان شرمناک تفصیلات سے بھی واقفیت حاصل کرنا چاہیں وہ فیصلہ آسمانی، الہامات مرزا، مرزا اور محمدی بیگم اور ترک مرزائیت وغیرہ رسائل دیکھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ تنہا محمدی بیگم کا واقعہ ہر ایک منصف مزاج اور حق پرست کو یہ یقین دلانے کے لئے کافی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبوت اور الہام کے دعوؤں میں کاذب اور مفتری ہونے کے علاوہ نہایت پست فطرت آدمی تھا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت نے اس کو ذلیل اور جھوٹا ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ (یہ تمام رسائل احتساب قادیانیت میں شائع ہو چکے ہیں۔ مرتب)

شخص سلطان محمد سے محمدی بیگم کی شادی کی بات چیت ہونے لگی۔ جب مرزا قادیانی کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس میں رکاوٹ ڈالنے کی عجیب وغریب تدبیریں اور بڑی بڑی کوششیں کیں۔ جب یہ تمام کوششیں بھی ناکام رہیں تو مرزا قادیانی نے حسب عادت خدا کے الہام کے حوالے سے پیشین گوئی شائع کردی کہ اگر سلطان محمد سے محمدی بیگم کا نکاح ہوا تو سلطان محمد روز نکاح سے اڑھائی سال کے اندر اور محمدی بیگم کا باپ احمد بیگ تین سال کے اندر مر جائیں گے اور لڑکی بیوہ ہو کر پھر میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔

اللہ کی شان کہ محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد سے ہو گیا۔ لیکن مرزا قادیانی اس کے بعد بھی برابر اسی زور وشور سے یہ پیشین گوئی کرتے رہے کہ سلطان محمد مرے گا اور محمدی بیگم ضرور بالضرور میرے نکاح میں آئے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم ہے۔ کوئی اسے بدل نہیں سکتا اور اگر میری یہ بات غلط ہو جائے۔ یعنی اگر محمدی بیگم میرے نکاح میں نہ آئے اور اسی طرح سلطان محمد اگر مقررہ میعاد تک نہ مرے تو میں جھوٹا اور ایسا اور ویسا۔

یہ تو میں نے آپ کو اصل قصہ بہت مختصر طور سے اپنی زبان میں سنا دیا۔ اب آپ مرزا قادیانی کے اس سلسلہ کے دعووں اور ان کی پیشین گوئیوں کی دو ایک عبارتیں بھی سن لیجئے اور عبارتیں بھی وہ جن کو انہوں نے خدا کے الہام کی حیثیت سے لکھا ہے:

یہ میرے ہاتھ میں مرزا قادیانی کی کتاب انجام آتھم ہے جو اس وقت کی لکھی ہوئی ہے جبکہ سلطان محمد کے ساتھ محمدی بیگم کے نکاح کو چار پانچ سال ہو چکے ہیں۔ اس میں مرزا قادیانی نے اپنے کچھ وہ الہامات لکھے ہیں جو عربی زبان میں ہیں اور خود ہی ساتھ ساتھ اردو میں ترجمہ بھی لکھ دیا ہے۔ ان میں چند سطروں کا ایک الہام ہے جس کا تعلق محمدی بیگم سے ہے جس میں (مرزا قادیانی کے بیان کے مطابق) ان کے خدا نے ان کو بتلایا ہے اور بڑے زوردار الفاظ میں یقین اور اطمینان دلایا ہے کہ محمدی بیگم پھر ضرور تمہارے نکاح میں آئے گی۔ بلکہ ہم نے اس کا نکاح تم سے کر دیا ہے۔ اب کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔ الہام کے الفاظ یہ ہیں:

”فسیکفیکهم الله ویردها الیك ۰ امر من لدنا انا کنا فاعلین زوجنکها ۰ الحق من ربك فلا تکونن من الممترین ۰ لاتبدیل لکلمات الله ۰ ان ربك فعال لما یرید انا رادوها الیك“

اب خود مرزا قادیانی کا لکھا ہوا اس الہام کا ترجمہ سنئے:

''سو خدا ان کے لئے تجھے کفایت کرے گا اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا۔ یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں۔ بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔'' (انجام آتھم ص ۶۰، ۶۱، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

گویا مرزا قادیانی اپنے اس الہام کو شائع کر کے دنیا کو بتلا رہے ہیں کہ اگرچہ محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد سے ہو گیا اور میرے مخالف اس پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ لیکن میرا خدا اپنی وحی کے ذریعہ مجھے بتلا رہا ہے کہ وہ میرے ان مخالفوں سے میری طرف سے انتقام لینے کے لئے اور ان کو شکست دینے کے لئے کافی ہے اور اس کا اٹل فیصلہ ہے کہ وہ اس عورت کو یعنی محمدی بیگم کو پھر میری طرف واپس کرے گا۔ یعنی سلطان محمد میری زندگی میں مرے گا اور محمدی بیگم بیوہ ہو کر پھر میرے نکاح میں آئے گی اور میرے اللہ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس کا یہ نکاح ہم نے تم سے کر دیا ہے (زوجنکھا) اور یہ خدائی فیصلہ اور خدائی اطلاع ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اللہ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ ان میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ ضرور محمدی بیگم کو میری طرف واپس کرے گا اور آخر کار وہ میرے نکاح میں ضرور بالضرور آئے گی۔

الغرض یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا الہام اور ان کی پیشین گوئی محمدی بیگم کے نکاح میں آنے کے متعلق ہے۔

پھر آپ کو سن اور زیادہ تعجب ہوگا کہ اس شخص نے اپنے اس واہیات معاملہ میں ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کو بھی لپیٹ لیا۔ اسی (انجام آتھم کے ضمیمہ کے ص ۵۳، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۷ حاشیہ) میں محمدی بیگم کے نکاح کی اسی پیشین گوئی کے متعلق دیدہ دلیری سے لکھا کہ:

''اس پیشین گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج ویولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کے متعلق اس عاجز کی پیشین گوئی

موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان بیہودہ منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔''

حالانکہ حضور ﷺ پر یہ اس شخص کا محض افتراء اور بہتان ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یتزوج ویولد لہ کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام (جنہوں نے اپنی پہلی زندگی میں نکاح نہیں کیا تھا اور تجرد کی زندگی گزاری تھی) وہ جب آخر زمانہ میں دوبارہ آئیں گے تو حضور ﷺ کی سنت کے اتباع میں نکاح بھی کریں گے اور اس سے اولاد بھی ہوگی۔ لیکن اس شخص نے حضور ﷺ پر افتراء کیا اور آپ کے اس ارشاد کو محمدی بیگم کے ساتھ اپنے نکاح کی پیشین گوئی بنالیا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کی اس پیشین گوئی کو غلط ثابت کر کے ساری دنیا کو اس حقیقت کا گواہ بنادیا کہ اس شخص نے خدا پر اور اس کے رسول ﷺ پر یہ سب افتراء کیا تھا۔

اسی سلسلہ میں ضمیمہ انجام آتھم کے اسی صفحہ کی ایک عبارت اور بھی سن لیجئے۔ مرزا قادیانی کے جن مخالفین نے محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے نہ ہونے اور سلطان محمد سے ہوجانے پر پھر پیشین گوئی کی مدت یعنی اڑھائی سال میں سلطان محمد کے نہ مرنے پر فاتحانہ خوشیاں منائیں ان کے متعلق مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

''سوچا ہئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہوجائیں گی تو اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوجائیں گے۔ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سؤروں کی طرح کردیں گے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۷)

پھر چند سطر کے بعد اسی سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں:

''یاد رکھو کہ اس پیشین گوئی کی دوسری جز (یعنی سلطان محمد کا مرزا قادیانی کے سامنے مرنا اور محمدی بیگم کا بیوہ ہوکر مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا) پوری نہ ہوئیں تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۸)

یہ عبارتیں مرزا قادیانی کی صرف ایک کتاب انجام آتھم اور اس کے ضمیمہ کی ہیں۔ جو ۱۸۹۶ء کے آخر کی تصنیف ہے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی قریباً ۱۱/۱۲برس زندہ رہے اور مئی ۱۹۰۸ء میں مر گئے اور ان پیشین گوئیوں کا یہ حشر ہوا کہ نہ سلطان محمد ان کے سامنے مرا اور نہ محمدی بیگم ان کے نکاح میں آئی۔

اب اگر اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو کچھ بھی سمجھ دی ہے تو آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے یہ سارے اعلانات اور ان کی یہ پیشین گوئیاں کتنے روشن طریقہ پر غلط ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا جھوٹا اور مفتری ہونا کتنی صفائی سے ثابت کر دیا۔

میں نے بیان کیا تھا کہ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کی ایک پیشین گوئی تاریخ کے تعین کے ساتھ یہ بھی تھی سلطان محمد یوم نکاح کے ڈھائی سال تک ضرور مر جائے گا۔ چنانچہ اسی پیشین گوئی کی بنیاد پر انہوں نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں ۲۱ر ستمبر ۱۸۹۳ء کو لکھا کہ: ''آج کی تاریخ سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے ہیں۔'' (شہادۃ القرآن ص۷۹، خزائن ج۶ ص۳۷۵)

اس حساب سے سلطان محمد کو ۲۱ر اگست ۱۸۹۴ء تک مر جانا چاہئے تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس پیشین گوئی کو جھوٹا کر دیا اور سلطان محمد کو اس تاریخ تک بھی موت نہیں آئی تو مرزا قادیانی نے بڑی دیدہ دلیری اور بے باکی سے کہنا شروع کر دیا کہ اس کی موت فلاں وجہ سے کچھ ٹل گئی ہے۔ لیکن بہرحال میرے سامنے ضرور مر جائے گا۔ یہ اللہ کی تقدیر مبرم ہے۔ یعنی اللہ کی یہ اٹل اور قطعی تقدیر ہے اور اب اس میں کوئی تبدیلی ہونے والی نہیں ہے۔ چنانچہ سلطان محمد کی موت کی میعاد گزرنے کے بعد انجام آتھم میں مرزا قادیانی نے لکھا کہ:

''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشین گوئی داماد احمد بیگ تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔''

(انجام آتھم ص۳۱، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

اور اسی کے متعلق اسی انجام آتھم کے عربی حصہ میں لکھا کہ:

''والقدر قدر مبرم من عند الرب العظیم وسیأتی وقته بفضل الله الکریم فوالذی بعث لنا محمد المصطفیٰ وجعله خیر الوریٰ ان هذا حق فسوف تریٰ وانی اجعل هذا النبأ معیاراً لصدقی وکذبی وماقلت الا بعد ماانبئت من ربی'' (انجام آتھم ص۲۲۳، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سلطان محمد کی موت اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم ہے۔ (یعنی اٹل اور قطعی تقدیر ہے) اور اللہ کے فضل سے عنقریب اس کا وقت آیا چاہتا ہے۔ پس قسم ہے اس خدا کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو ہمارے لئے مبعوث فرمایا اور اس کو خیر الرسل اور بہترین مخلوقات بنایا کہ یہ پیشین گوئی بالکل حق ہے اور تم عنقریب اس کو آنکھوں سے دیکھ لوگے اور میں اس پیشین گوئی کو اپنے جھوٹے اور سچے ہونے کا معیار قرار دیتا ہوں اور یہ بات میں جب کہہ رہا ہوں کہ میرے پروردگار کی طرف سے مجھے اس کی خبر دی گئی ہے۔

بہر حال مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے نکاح اور اس کے شوہر سلطان محمد کی موت کی پیشین گوئی اتنے زور سے کی کہ کوئی زوردار اور وزن دار لفظ اٹھا نہیں رکھا۔ کہا کہ:

''یہ اللہ کی تقدیر مبرم ہے۔ اللہ اس کو ضرور پورا کرنے والا ہے اور اس میں اس کو اپنے سچے اور جھوٹے ہونے کا معیار قرار دیتا ہوں۔ (انجام آتھم ص ۲۲۳، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

''اگر یہ سب باتیں پوری نہ ہوں تو میں جھوٹا ہوں اور ہر بد سے بدتر ہوں۔''

(انجام آتھم ص ۲۲۸، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

''اور جس وقت یہ سب باتیں پوری ہوں گی تو میرے ان بیوقوف مخالفوں کی نہایت صفائی سے اس دن ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے۔'' (انجام آتھم ص ۲۲۷، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب تعلیوں اور دعوؤں کو ایسی صفائی سے جھوٹا ثابت کیا اور خاک میں ملایا کہ کسی کے لئے دھوکہ فریب اور کسی مغالطہ کی گنجائش نہیں رہی۔ یہ سب عبارتیں مرزا قادیانی کی کتابوں میں آج تک موجود ہیں اور مرزا قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں اس دنیا سے اس حال میں چلے گئے کہ سلطان محمد زندہ تھا اور محمدی بیگم اس کی بیوی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے سلطان محمد کو اتنی لمبی عمر دی کہ ابھی چند سال ہوئے اللہ کے اس بندہ کا انتقال ہوا ہے۔ گویا مرزا قادیانی کے بعد قریباً تیس چالیس برس وہ زندہ رہا اور اس طویل مدت کا ہر دن مرزا قادیانی کے کاذب اور مفتری ہونے کی شہادت دنیا کے سامنے پیش کرتا رہا۔

اس عاجز نے مرزا قادیانی کی جانچ کے لئے جو چار اصولی باتیں آپ حضرات کے سامنے رکھنے کا ارادہ کیا تھا ان میں سے دو تو پہلے پیش کر چکا تھا اور تیسری اصولی بات ان کی ان خاص پیشین گوئیوں سے متعلق تھی جن کو خود انہوں نے اپنے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار قرار دیا تھا۔ ان میں سے میں نے صرف ان ہی دو پیشین گوئیوں کو آپ حضرات کے سامنے رکھا ہے جن کو

خود مرزا قادیانی نے زیادہ اہمیت دی تھی۔ یعنی ڈپٹی آتھم والی اور محمدی بیگم والی پیشین گوئی۔

یہ عاجز پوری ایمان داری اور دیانتداری سے کہتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی میں کسی دوسرے پہلو سے کوئی کمی کسر نہ ہوتی تب بھی صرف ان ہی دو پیشین گوئیوں کا غلط نکل جانا اس بات کے لئے کافی دلیل ہوتا کہ مرزا قادیانی ہرگز اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور اس کے مامور نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی اور کسی مامور کو اس طرح ذلیل نہیں کرتا۔ جس طرح کہ مرزا قادیانی ان دو پیشین گوئیوں میں ذلیل ہوئے۔

میرا تو خیال ہے کہ نبوت تو بڑی چیز ہے۔ اگر کوئی بھی غیرت مند آدمی اتنا ذلیل ہوا ہوتا تو کسی کو منہ دکھانے کے لائق بھی اپنے کو نہ سمجھتا۔ مگر اللہ کی شان ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود مرزا قادیانی کے دعوے بھی برابر جاری رہے اور ان کو نبی ماننے والے بھی ملتے رہے اور اب تک مل رہے ہیں۔ لیکن اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ہمارے اس ملک میں ایک قوم کی قوم موجود ہے جو جانوروں کو پوجتی ہے۔ دریاؤں کو پوجتی ہے۔ پتھروں کو پوجتی ہے اور صرف بے پڑھے اور گنوار ہی نہیں۔ بلکہ ان چیزوں کی پرستش کرنے والوں میں اچھے اچھے گریجویٹ اور علم وعقل والے بھی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ من یضلل اللہ فلا ھادی لہ!

چوتھی بات

مرزا قادیانی کی جانچ کے سلسلہ میں اب چوتھی اصولی بات مجھے یہ کہنی ہے کہ اللہ کے کسی پیغمبر سے ناممکن ہے کہ وہ اپنے وقت کی کسی ایسی طاقت وحکومت کی خوشامد وچاپلوسی اور اس کے ساتھ اپنی مخلصانہ وفاداری اور محبت کا اظہار کرے جو کفر اور بے دینی کا ستون ہو اور جس کے عروج اور غلبہ سے کفر اور بے دینی کو عروج ہوتا ہو اور دنیا میں خدا فروشی اور آخرت سے بے فکری اور مادہ پرستی اور نفس پرستی بڑھتی ہو۔

مجھے معلوم نہیں کہ آپ لوگ انگریزی حکومت کو اور اس کی تاریخ کو کچھ جانتے ہیں یا نہیں اور اس حقیقت سے آپ واقف ہیں یا نہیں کہ پچھلی چند صدیوں میں یوروپین اقوام اور خاص کر انگریزوں کے حکومتی اقتدار نے دین کو اور خدا پرستی کو کتنا زبردست نقصان پہنچایا ہے اور مادہ پرستی اور نفس مادہ پرستی کو دنیا میں کتنا بڑھایا اور پھیلایا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا میں کافر حکومتیں پہلے بھی ہوئی ہیں۔ لیکن غالباً کبھی کسی حکومت کے اثر واقتدار نے لوگوں کو خدا سے اتنا بے تعلق اور دین وآخرت کی طرف سے اتنا بے فکر نہیں کیا ہوگا۔ جتنا کہ اس زمانے میں یورپ کی حکومتوں کے اثرات نے لوگوں کو خدا اور آخرت

فراموش بنادیا ہے اور خصوصاً انگریزوں نے، دنیا بھر کے مسلمانوں کو جو دینی اور سیاسی نقصان پہنچایا ہے اور جس جس طرح ان کو تباہ و برباد کیا ہے۔ اس کا تو حساب بھی نہیں لگایا جا سکتا ہے جو ممالک پہلے مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے ان میں سے ایک ایک کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ کس قوم اور کس حکومت کی مکاری اور غداری نے مسلمانوں کو ان ملکوں سے بے دخل کیا اور اپنا غلام بنایا۔ قریب قریب سب جگہ انگریزوں ہی کا ہاتھ نظر آئے گا۔

الغرض اس حقیقت میں کسی کو شبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اس زمانے میں دین و ایمان اور روحانیت اور خدا پرستی کو سب سے زیادہ نقصان یوروپین قوموں کے سیاسی غلبہ نے پہنچایا ہے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو سب سے زیادہ دینی اور سیاسی نقصان خاص کر انگریزوں نے پہنچایا ہے اور یہ حکومتیں اس وقت کی فرعونی اور نمرودی حکومتیں ہیں۔ اس لئے ہمارا ایمان ہے کہ اگر بالفرض نبوت ختم نہیں ہوئی ہوتی اور نبیوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغمبر اس زمانے میں آتا تو وہ ان یوروپین حکومتوں کی اور خاص کر انگریزی حکومت کی ہرگز تعریف نہ کرتا۔ ہرگز ان کو خدا کی نعمت اور رحمت نہ بتاتا۔ بلکہ اس دور کی سب سے بڑی لعنت ان ہی حکومتوں کو قرار دیتا۔ لیکن مرزا قادیانی کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا رویہ اس معاملہ میں بالکل دنیادار اور حکومت پرست لوگوں کا سا ہے۔ بلکہ نہایت ذلیل اور گھٹیا قسم کے حکومت پرستوں کا سا ہے اور انہوں نے اپنی کتابوں میں جابجا انگریزی حکومت کے ساتھ اپنی وفاداری اور وابستگی اور خیر خواہی اور دعا گوئی کا ایسا گھناؤنا مظاہرہ کیا ہے کہ میں نے تو کبھی کسی ذلیل سے ذلیل حکومت پرست کی بھی کوئی ایسی تحریر نہیں دیکھی ہے۔ اس وقت ان کی اس سلسلہ کی بھی صرف ایک ہی عبارت آپ کو سناتا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ان کی کتاب شہادۃ القرآن ہے۔ اسی کے ساتھ ان کا ایک مضمون چھپا ہوا ہے جس کا عنوان ہے "گورنمنٹ کی توجہ کے لائق" اس میں پہلے تو مرزا قادیانی نے یہ لکھا ہے کہ:

"گورنمنٹ کے (یعنی انگریزی سرکار کے) احسانات ہمارے خاندان پر ہمارے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے وقت سے برابر ہوتے رہے ہیں اور اس لئے اس گورنمنٹ کی شکر گزاری میرے رگ و ریشہ میں سمائی ہوئی ہے۔ (شہادۃ القرآن ص ۸۲، خزائن ج ۶ ص ۳۷۸)

پھر گورنمنٹ کے ساتھ اپنے والد اور اپنے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کی وفاداری اور خیر خواہی کا ذکر بڑے فخر کے ساتھ کیا ہے اور بتایا ہے کہ انہوں نے ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کی کیسی کیسی مدد کی اور اس کے واسطے کیسی کیسی جانی اور مالی انہوں نے قربانیاں دی اور اس کے صلہ میں

گورنمنٹ نے کیسے کیسے احسانات کئے اور کیا کیا صلے دیئے۔ یہ سب پوری تفصیل سے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے اسی طرح مخلص اور خیر خواہ ہیں جس طرح ہمارے بزرگ تھے۔ ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے۔ سو ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا۔ سو اگر ہم اس محسن گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہ کیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا شکر اور کسی محسن گورنمنٹ کا شکر جس کو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو بطور نعمت کے عطا کرے درحقیقت یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسری سے وابستہ ہیں اور ایک کے چھوڑنے سے دوسرے کا چھوڑنا لازم آجاتا ہے۔ بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے۔ کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اس سے جہاد کیسا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔'' (شہادۃ القرآن ص۸۴، خزائن ج۶ ص۳۸۰)

یہ مرزا قادیانی کی عبادت ہے۔ بس یہ ان کا دین و مذہب ہے اور یہ ان کی پیغمبری ہے۔ آپ لوگوں کے احساسات کا حال مجھے معلوم نہیں۔ لیکن میں تو صاف کہتا ہوں کہ اس عبارت کے پڑھنے کے بعد میں ان کو نہایت ذلیل ذہنیت کا ایک سرکار پرست آدمی سمجھتا ہوں اور اس قسم کی ان کی یہ ایک ہی عبارت نہیں ہے۔ انگریزی سرکار کی خوشامد میں اس شخص نے بیسوں جگہ اس سے بھی زیادہ ذلیل قسم کی باتیں لکھی ہیں۔ معلوم نہیں ان کو نبی ماننے والوں نے نبوت کو کیا سمجھا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر ایسا شخص نبی ہوسکتا ہے تو شاید ہر بھلا آدمی پھر خدا ہوسکتا ہے۔

لاحول ولاقوۃ الاباللہ!

خیر! چونکہ اس وقت کی میری گفتگو کا مقصد مرزا قادیانی کی جانچ اور قادیانیت پر غور کرنے کا بس ایک صحیح طریقہ اور راستہ بتانا ہے۔ اس لئے نمونے کے طور پر گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری کے سلسلہ میں ان کی صرف یہی ایک عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

خلاصہ بحث

اب میں آپ حضرات سے کہتا ہوں کہ میری چاروں اصولی باتیں آپ نے سن لیں اور غالباً سمجھ بھی لی ہوں گی۔ کیونکہ ان میں کوئی باریک علمی بات نہیں ہے۔ سیدھی سیدھی موٹی باتیں ہیں اور الحمدللہ دو اور دو چار کی طرح یقینی اور پکی ہیں۔ آخر کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ:

۱...... ''کسی نبی سے ہرگز ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے سے پہلے کسی پیغمبر کی اہانت اور تنقیص کرے اور اخلاقی گندگیوں کو اس کی طرف منسوب کرے۔''

۲...... ''اور کون اس میں شک کرسکتا ہے کہ کسی نبی سے ہرگز یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے صاف صاف غلط بیانی کرے اور جھوٹ بولے۔''

۳...... ''اسی طرح ہرگز یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ کی وحی سے کوئی سچا نبی تعیّن تاریخ کے ساتھ کوئی پیشین گوئی کرے اور اس کو اپنے صدق وکذب کا نشان اور معیار قرار دے اور اللہ اسی پیشین گوئی کے خلاف ظاہر کرکے اس کا جھوٹا اور مفتری ہونا دنیا پر ثابت کردے۔''

۴...... ''اسی طرح کوئی اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ نبی ورسول جو اللہ کا نائب اور نمائندہ ہوتا ہے وہ ذلیل قسم کے سرکار پرستوں اور کاسہ لیسیوں اور دنیا کے کتوں کی طرح گورنمنٹ برطانیہ جیسی کسی حکومت کی ایسی ذلیل خوشامد ہرگز نہیں کرسکتا جس کا نمونہ ابھی آپ نے دیکھا۔ نبوت تو بہت بلند مقام ہے۔ میرے نزدیک تو یہ کسی شریف آدمی کا بھی کام نہیں ہے۔ اگر کسی شریف آدمی کی طرف یہ باتیں منسوب کی جائیں تو وہ اس کو اپنی سخت توہین اور گالی سمجھے گا۔

بہر حال یہ چاروہ سیدھی اور سچی اصولی باتیں ہیں جن سے انکار اور اختلاف کرنے کی کسی کے لئے قطعاً گنجائش نہیں ہے اور آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ان چاروں چیزوں میں بری طرح ملوث اور آلودہ ہیں۔

اس لئے اگر بالفرض نبوت ختم نہ بھی ہوئی ہوتی اور انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری ہوتا تب بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی ایسے آدمی کو نبی اور رسول بنا کر نہیں بھیج سکتا جو انسانی شرافت کے معیار سے اتنا گرا ہوا ہے۔ ایسے کسی آدمی پر ہرگز خدا کی وحی نہیں آسکتی۔ ہاں ایسے لوگوں پر شیطانی وحی آیا کرتی ہے اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا

بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: "هل انبئكم على من تنزل الشيلطين ۰ تنزل على كل افاك اثيم (شعراء: ۲۲۱) "یعنی ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ شیطان کن لوگوں پر اترتے ہیں۔ وہ جھوٹ بولنے والوں اور افتراء پردازوں اور پاپیوں پر اترتے ہیں۔

پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو جھوٹ بولتا ہو، افتراء کرتا ہو اور جس کی زندگی پاک اور ستھری نہ ہو اس پر خدا کی وحی نہیں آتی بلکہ شیطان آتے ہیں۔ اب آپ دیکھ لیجئے کہ مرزا قادیانی میں افاک اور اثیم ہونے کی صفت کتنی نمایاں ہے۔

بہر حال اگر بالفرض نبوت جاری ہوتی جب بھی مرزا قادیانی کے نبی ہونے کا ہرگز کوئی امکان نہ تھا۔ وہ تو کھلے ہوئے افاک اور اثیم ہیں اور میں یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں فرضی طور پر کہہ رہا ہوں۔ ورنہ میں شروع ہی میں آپ کو بتلا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ دین اور شریعت کو مکمل کر دیا اور پھر قیامت تک اس کی حفاظت کی بھی خود ہی ذمے داری لے لی اور اپنی خاص قدرت سے اس کا انتظام بھی فرما دیا اور اس طرح نبوت کی ضرورت کو ختم فرما کر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کے ختم کئے جانے کا بھی قرآن پاک میں اعلان فرما دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حدیثوں میں بھی اس کا صاف صاف اعلان فرما دیا اور اس لئے ساری امت کا یہی عقیدہ اور یہی ایمان رہا کہ نبوت کا سلسلہ حضور ﷺ پر ختم ہو گیا اور اب کبھی دنیا میں کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ہر انسان کے لئے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کی پیروی کرنا کافی ہے اور حضور ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت دنیا بھر کے لئے اور ہمیشہ کے لئے کفایت کرنے والی ہے۔

بہر حال اصلی عقیدہ اور ایمان تو یہ ہے اور اس بنا پر اب کسی شخص کے بھی نبی ہونے کا کوئی امکان نہیں اور جو شخص بھی اب نبوت کا دعویٰ کرے ہم اس کو کاذب اور اللہ پر افتراء کرنے والا سمجھیں گے۔ حتیٰ کہ اگر بالفرض سیدنا شیخ عبدالقادرؒ جیلانی، خواجہ معین الدینؒ چشتی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسی پاک سیرت رکھنے والا کوئی بزرگ بھی نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے تو ہم اس کو بھی ایسا ہی سمجھیں گے اور میں اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ اگر بالفرض حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی یہ دعویٰ کرتے تو امت ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرتی جو خود انہوں نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ کیا۔

بہر حال ہمارا اصل عقیدہ اور ایمان تو یہ ہے۔ لیکن اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ جاری بھی ہوتا تب بھی مرزا قادیانی جیسے اخلاق و اوصاف رکھنے والے کسی آدمی کے لئے اس مقام اور

منصب کا کوئی امکان نہ تھا۔ کسی شخص کے حق میں سخت تنقید اور سخت الفاظ بولنا مجھے گراں ہوتا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کے بارے میں میں اس کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ اپنے دل پر جبر کر کے اپنی طبیعت اور ذوق کے خلاف صاف صاف کہوں کہ وہ شخص معمولی درجہ کے اخلاق سے بھی خالی تھا۔ جتنی دیانت اور سچائی اور جتنی غیرت اور شرافت اوسط درجہ کے لوگوں میں ہوتی ہے اس شخص میں اتنی بھی نہیں تھی اور میں صاف کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا مجھ جیسا گنہگار امتی بھی مرزا قادیانی سے زیادہ دیانت اور صداقت الحمدللہ اپنے اندر رکھتا ہے۔

میں نے اس صحبت میں آپ حضرات کے سامنے مرزا قادیانی اور ان کے دعوؤں کے بارے میں غور وخوض کا یہ اصولی طریقہ رکھنے ہی کا ارادہ کیا تھا۔ اب آپ حضرات میں سے جس کو اس بارہ میں کچھ سوچنا اور غور کرنا ہو وہ بڑی آسانی سے غور کر سکتا ہے اور دو اور دو چار کی طرح ایک یقینی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ باقی کسی کو ہدایت دینا تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

یہ عاجز جب اپنی یہ بات پوری کر کے خاموش ہوا تو ایک قادیانی نے بڑی شکایت اور ناگواری کے ساتھ کہا کہ ہم تو اس لئے جمع ہوئے تھے کہ حیات مسیح اور اجرائے نبوت کے مسئلوں کے متعلق آپ سے کچھ سوال کریں گے اور آپ قرآن شریف سے ہمیں اس کا جواب دیں گے۔ لیکن آپ نے ہمیں کچھ کہنے اور پوچھنے کا موقع ہی نہیں دیا اور حضرت اقدس مسیح موعود کی شخصیت کے متعلق تقریر شروع کر دی۔

میں نے کہا کہ آپ کا خیال اور ارادہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن میں تو آپ کے خیال یا ارادہ کا پابند نہیں۔ آپ مجھے نہیں جانتے ہوں گے۔ لیکن میں قادیانیت کو اور قادیانیوں کو خوب جانتا ہوں اور میرے نزدیک قادیانیت کے بارے میں غور کرنے کا صحیح راستہ اور طریقہ یہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے۔ اس طرح مرزا قادیانی کی حقیقت بالکل بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے اور ان کی نبوت کا پردہ کھل جاتا ہے اور معمولی سے معمولی سمجھ رکھنے والوں کے لئے بھی ان کے دعوؤں کے بارے میں فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ لیکن ہاں میں جانتا ہوں کہ قادیانی صاحبان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوا کرتی ہے کہ مرزا قادیانی کے متعلق گفتگو نہ ہو۔ بلکہ حیات وممات مسیح جیسے مسائل پر بات ہو۔ تاکہ ناواقف لوگ یہ سمجھیں کہ ہم مسلمانوں اور قادیانیوں میں اصل اختلاف بس اتنا ہی ہے کہ بعض آیتوں اور حدیثوں کے معنی ہمارے علماء کچھ اور بیان کرتے ہیں اور قادیانی کچھ اور سمجھتے ہیں اور اس طرح وہ لوگ قادیانیوں کو بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ جانیں۔

حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلاف کی نوعیت دوسرے اسلامی فرقوں کے باہمی اختلاف سے بالکل مختلف ہے۔ قادیانی صاحبان ایک شخص کو نبی مانتے ہیں اور نبی کی طرح اس کی ہر بات اور ہر مسئلہ پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں اور جو شخص ان کو نہ مانے اس کو کافر سمجھتے ہیں جیسے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی ہر ہدایت اور ہر تعلیم کا ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں اور آپ ﷺ کے منکروں کو کافر جانتے ہیں تو قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی اصل بنیاد کوئی باریک علمی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت اور ان کا دعوئے نبوت ہے اور ہمارے نزدیک اس کی جانچ پڑتال کا سیدھا راستہ یہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے اور اس لئے میرا یہ اصول ہے کہ اگر کوئی شخص قادیانیت کے بارہ میں کچھ بات کرنا چاہے اور میں اس سے کچھ کہنا مفید اور مناسب سمجھوں تو پہلے یہی اصولی باتیں اس کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ اگر اس میں کچھ بھی حق پرستی ہوتی ہے تو ان سیدھی سادھی اور بالکل صاف بدیہی باتوں کے سامنے آجانے کے بعد اس کا ذہن مرزا قادیانی کے بارہ میں بالکل صاف ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اس اطمینان کا اظہار کر دیتا ہے کہ اب میں مرزا قادیانی کو کاذب اور مفتری سمجھتا ہوں (جیسا کہ ان باتوں کے سامنے آنے کے بعد سمجھنا چاہئے) پھر اگر وہ حیات وممات مسیح کے بارہ میں بھی بات کرنے اور سمجھنے کا خواہش مند ہوتا ہے تو میں اس کے سمجھانے کی بھی کوشش کرتا ہوں اور اگر مرزا قادیانی کے بارہ میں اس کا ذہن صاف نہیں ہوتا اور وہ ان سے اپنی بیزاری ظاہر نہیں کرتا تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ شخص نہایت ہٹ دھرم ہے اور اس میں قبول حق کی بالکل صلاحیت نہیں ہے۔ پھر اس سے بات کرنے میں اپنا وقت ضائع کرنا میں بالکل درست نہیں سمجھتا اور خواہ مخواہ اپنی قابلیت اور ہمہ دانی کے اظہار کے لئے وقت خراب نہیں کرتا۔

ہاں! پہلے ایک زمانے میں جب اپنے وقت کی اتنی قیمت نہیں سمجھتا تھا تو ایسا بھی کر لیا کرتا تھا اور صرف بحث کے لئے اور دوسرے کو قائل کرنے کے لئے بھی وقت صرف کر دیا کرتا تھا۔ لیکن اب میں اپنا وقت صرف ضروری اور مفید کاموں ہی پر صرف کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ حضرات سے بھی میں یہی کہتا ہوں کہ اگر میری اس گفتگو کے بعد مرزا قادیانی کی شخصیت کے بارے میں آپ کا ذہن صاف ہو گیا ہو اور آپ کے دل نے ان باتوں کو قبول کر لیا ہو جو میرے نزدیک بالکل قطعی اور بدیہی ہیں تو بسم اللہ میں بڑی خوشی سے حیات مسیح کا مسئلہ سمجھانے کے لئے اسی طرح اور ابھی تیار ہوں اور انشاء اللہ آپ اس کے بارہ میں بھی ابھی مطمئن ہو جائیں گے۔ لیکن اگر آپ سب کچھ سننے کے بعد بھی مرزا قادیانی کو "حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام'' ہی مانتے ہوں تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ حق کے متلاشی نہیں ہیں اور کسی بات کے ماننے کا آپ کا ارادہ بھی نہیں ہے۔ ایسی حالت میں صرف اپنی قابلیت جتانے کے لئے آپ پر مزید وقت صرف کرنا میں صحیح نہیں سمجھوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس کی توفیق سے میرا وقت اچھے کاموں پر صرف ہوتا ہے اور جن کاموں کو میں لایعنی سمجھتا ہوں حتی الامکان ان سے بچنے کی اور اپنے کو بچانے کی کوشش کرتا ہوں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ''من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیه (مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۹ حدیث ۱۷۳۷) ''یعنی کسی آدمی کے مسلمان ہونے کی خوبی اور اس کا کمال یہ ہے کہ وہ ان کاموں میں نہ پڑے جو مفید نہ ہوں۔

اس کے بعد ان ہی قادیانی صاحب نے کہا کہ جو باتیں آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود کے متعلق بیان کی ہیں ان سب کا بھی جواب ہے۔ لیکن وہ جواب ہم نہیں دے سکتے۔ بلکہ ہمارے جن عالموں کا یہ کام ہے وہ آپ کو جواب دیں گے۔ لہٰذا اس کے لئے کوئی وقت مقرر کریں۔ ہم اپنے کسی عالم کو بلانے کا انتظام کریں گے۔

میں نے کہا یعنی آپ مناظرہ کے لئے میرا وقت چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا جی ہاں!

میں نے کہا قادیانی مناظرین کو میں خوب جانتا ہوں۔ اپنے پرانے زمانے میں ان کا میں نے کافی تجربہ کیا ہے۔ ان میں قبول حق کی ادنیٰ صلاحیت نہیں ہوتی۔ وہ انتہائی درجہ کے ہٹ دھرم ہوتے ہیں جو کچھ میں نے مرزا قادیانی کے متعلق آپ کو بتایا ہے ہر قادیانی مناظر ان سب باتوں کو خوب جانتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ مرزا قادیانی کا کلمہ پڑھتا ہے۔ ان کو نبی مانتا ہے اور نبی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے ان پر اتمام حجت بھی ہمارے ذمہ نہیں رہا۔ کوئی قادیانی مناظر اب ایسا نہیں ہے جو خدا کے سامنے یہ کہہ سکے کہ میں مرزا قادیانی کے ان پہلوؤں کو نہیں جانتا: ''قد تبین الرشد من الغی (البقرہ:۲۵۶) ''اور اس کا نمونہ آپ خود موجود ہیں۔ جو کچھ میں نے مرزا قادیانی کے متعلق کہا وہ سب آپ نے ان کی کتابوں سے سنا اور ان میں سے کسی ایک بات کا بھی آپ کے ذہن میں کوئی جواب اور کوئی معقول تاویل نہیں ہے۔ اس کے باوجود ابھی تک آپ بے تکلف مرزا قادیانی کو حضرت اقدس مسیح موعود کہتے ہیں۔ دراصل یہی وہ کھلی ہوئی ہٹ دھرمی ہے جس کے تجربہ کے بعد ہم ایسے لوگوں پر زیادہ وقت صرف کرنا فضول سمجھتے ہیں۔ اگر آپ میں حق پرستی کا کوئی ذرہ بھی ہوتا تو آپ کم از کم یہ کہتے کہ یہ باتیں تو ایسی ہیں کہ اگر یہ صحیح ہیں تو مرزا قادیانی ہرگز نبی یا مسیح موعود نہیں ہوسکتا۔ لیکن ہم اس پر ذرا غور کریں گے اور تحقیق کریں

گے۔لیکن آپ کا حال یہ ہے کہ یہ سب سننے کے بعد بھی آپ ان کو نبی اور مسیح موعود ہی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ ہم جواب نہیں دے سکتے مگر ان باتوں کا جواب ہے ضرور اور وہ ہمارے مناظر صاحب دے سکیں گے۔

دراصل یہی وہ ذہنیت ہے جس کے بعد قبول حق کی توفیق نہیں ہوتی اور آپ کے مناظرین میں یہ بات آپ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔اس لئے میں تو ان کو بالکل اس لائق نہیں سمجھتا کہ ان سے گفتگو میں پانچ منٹ بھی اپنے صرف کروں۔اگرچہ ایک زمانہ میں اس کام کا بھی شوق تھا۔لیکن اب میں اس کو اپنے وقت کی اضاعت سمجھتا ہوں۔اگر واقعی اللہ کا کوئی بندہ طالب تحقیق ہو تو اس کی خدمت کرنا اور اس پر وقت صرف کرنا اپنا فرض ہے اور اس کے لئے یہ عاجز ہر وقت حاضر ہے اور حیات مسیح کا مسئلہ ہو یا اجرائے نبوت کا۔الحمدللہ! ان میں سے کسی مسئلہ پر بھی مجھے کسی تیاری کی بھی ضرورت نہیں۔لیکن آپ کے مناظرین کو میں بالکل اس کا اہل نہیں سمجھتا کہ ان سے گفتگو پر وقت صرف کروں۔آپ نے جو کچھ مجھ سے سنا اللہ تعالیٰ توفیق دے تو بس اس پر غور کیجئے اور مرزا قادیانی کی شخصیت کو سمجھنے کی ضرور کوشش کیجئے اور ان کو سمجھنے کا سیدھا راستہ وہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔اس میں آپ کو اگر اپنے مناظرین سے بات کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو ان سے بات کیجئے۔لیکن مجھے ان سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔میں انہیں اور ان کی بوتوں کو خوب جانتا ہوں۔

نوٹ!

یہ گفتگو اپنے حافظہ کی مدد سے اور ان نوٹوں کی مدد سے جو اپنی عادت کے مطابق گفتگو سے چند منٹ پہلے کاغذ کے ایک پرچہ پر لکھ لئے تھے کئی ہفتے کے بعد تحریر میں لائی گئی تھی۔اس لئے اس میں کافی امکان ہے کہ کوئی بات مجلس میں زیادہ تفصیل سے کہی گئی ہو اور اس تحریر میں اتنی تفصیل سے نہ آئی ہو یا کوئی بات وہاں زیادہ تفصیل سے نہ کہی گئی ہو اور یہاں اس کا بیان زیادہ تفصیل سے ہو گیا ہو۔اسی طرح الفاظ و طرز بیان میں بھی جابجا یقیناً فرق ہو گیا ہو گا۔

لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔خاص کر اس لئے بھی کہ مقصد اس مجلس کی روداد سنانا نہیں ہے بلکہ قادیانیت کے متعلق غور کرنے کا جو اصولی راستہ اس مجلس میں پیش کیا گیا تھا بس اس کو قلمبند کر کے شائع کر دینا مقصود ہے۔تاکہ بوقت ضرورت اللہ کے بندے اس سے کام لے سکیں۔واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم!

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ!

قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

ا......قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الزین اصطفی!

اسلام حق تعالیٰ شانہ کا آخری پیغام آسمانی ہے۔ جو انسانیت کی فلاح وسعادت کے لئے نبی آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اور جو تواتر اور تسلسل کے ساتھ منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا۔ پس جو خوش بخت اسلام کی ایک ایک بات کو دل وجان سے مانتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور جو لوگ ان متواترات میں سے کسی ایک کا انکار کرتے ہیں یا ان کے متواتر مفہوم کا انکار کرتے ہیں وہ غیر مسلم کہلاتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم کو اول سے آخر تک لفظاً ومعنیً ماننا اسلام کی شرط ہے اور اس کے ایک نقطہ یا متواتر مفہوم کا انکار کفر ہے۔

قادیانی فرقہ جو باجماع امت خارج از اسلام ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس نے اسلام کے بے شمار متواترات میں غلط تاویلیں کر کے ان کے مفہوم کو بدل ڈالا ہے۔ ان میں دو عقیدے زیادہ مشہور ہیں۔ ایک ختم نبوت، دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول۔ یہ دونوں دین اسلام کے ایسے قطعی اور متواتر عقیدے ہیں کہ گذشتہ صدیوں کے تمام اکابر ان کو تواتر وتسلسل کے ساتھ نقل کرتے چلے آئے ہیں۔

ان دونوں عقیدوں پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے ان دونوں مسائل پر ایسے عام فہم انداز میں قلم اٹھایا ہے کہ متوسط ذہن کے آدمی کو بھی ان کے سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں رہ جاتی۔ ہم اس رسالہ کو شائع کرتے ہوئے انصاف پسند قادیانیوں کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنی غلطی کی اصلاح کریں اور اس نور سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ محمد یوسف لدھیانوی! مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان!

۳۰رذوالحجہ۱۳۹۹ھ ۲۰رنومبر۱۹۷۹ء

عرض ناشر!

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ!

یہ چھوٹی سی کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ قادیانیوں اور قادیانیت سے متعلق حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ کے چند ان مضامین اور مقالات کا مجموعہ ہے۔ جن

میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ جو کچھ لکھا جائے ایسے، عام فہم پرایہ میں لکھا جائے کہ کم
پڑھے لکھے لوگ بھی آسانی سے سمجھ سکیں اور ان مسائل کے بارے میں جن پر ان مضامین میں گفتگو
کی گئی ہے۔ اطمینان حاصل کر سکیں۔

پہلا مضمون ''اسلام اور قادیانیت'' اگست ۱۹۷۴ء میں الفرقان کے افتتاحیہ کے طور پر
اس وقت لکھا گیا تھا۔ جب پاکستان کے ہر طبقہ اور مکتب خیال کے علما عوام ایک عوامی تحریک کی
شکل میں وہاں کی حکومت سے مطالبہ کر رہے تھے کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار
دے دیا جائے اور ہندوستان میں خاص کر غیر مسلموں کے اخبارات اس کے خلاف آواز
اٹھا رہے تھے اور بعض ایسے لوگ بھی مخالفانہ بیانات دے رہے تھے۔ جو اگر چہ مسلمان گھرانوں
میں پیدا ہوئے۔ لیکن اسلام کی حقیقت اور اس کے حدود سے وہ اتنے ہی ناواقف ہیں جتنے کہ عام
پڑھے لکھے غیر مسلم۔ حضرت مولانا منظور نعمانی نے ان سب حضرات کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے
اس وقت یہ مختصر مضمون لکھا تھا اور اسلام کی حقیقت اور حدود واضح کر کے یہ دکھلایا تھا کہ قادیانیت
اور اسلام ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔

دوسرا مضمون ''قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟'' اس وقت لکھا گیا جب پاکستان کی قومی
اسمبلی نے ستمبر ۱۹۷۴ء میں متفقہ طور پر ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار
دے دیا۔ اس مضمون میں اسی مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے کہ کسی کے لئے شک وشبہ کی
گنجائش نہیں رہی اور مسئلہ آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو گیا۔

تیسرا مضمون ہے ''قادیانی اور ایک دانشور طبقہ'' یہ دراصل ایک مضمون کا تنقیدی جائزہ
اور جواب ہے۔ جو ''الجمعیۃ دہلی'' کے سابق ایڈیٹر مولانا محمد عثمان فارقلیط صاحب کے نام سے دہلی
سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''شبستان'' میں شائع ہوا تھا اور اسی کے حوالہ سے قادیانیوں کے
مختلف اخبارات ورسائل میں نقل ہوا تھا۔ اس میں قادیانیوں کو مسلمان قرار دیئے جانے کی بڑے
گمراہ کن انداز میں وکالت کی گئی تھی۔ مولانا نعمانی نے اپنے اس جوابی مضمون میں گویا دن کی
روشنی میں دکھلا دیا ہے کہ قادیانیوں کی وکالت میں جو کچھ ''شبستان'' والے مضمون میں لکھا گیا ہے
وہ جہالت اور آبلہ فریبی کا شاہکار ہے۔

''خدا کا شکر ہے کہ بعد میں خود مولانا محمد عثمان فارقلیط نے اپنے ایک بیان کے ذریعے
یہ وضاحت کر دی کہ وہ مضمون شبستان میں غلط طور سے ان کے نام سے شائع ہو گیا ہے وہ دراصل

کچھ دانشوروں کا مرتب کیا ہوا مضمون تھا۔ فارقلیط صاحب نے اپنے اس اخباری بیان میں صراحت کے ساتھ اس کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ مولانا نعمانی نے ''شبستان'' میں شائع ہونے والے اس مضمون کے جواب میں جو کچھ ''الفرقان'' میں لکھا ہے وہ درست ہے اور ان کو اس سے اتفاق ہے۔ فارقلیط صاحب کا یہ بیان ۲۵ رجنوری ۱۹۷۵ء کے روزنامہ دعوت دہلی میں بھی شائع ہوا تھا۔

''شبستان دہلی'' میں شائع ہونے والے اس مضمون میں جس کا ذکر اوپر کی سطروں میں کیا گیا ہے۔ ''نزول مسیح'' کے مسئلہ پر بھی گفتگو کی گئی تھی۔ حضرت مولانا نعمانی نے اس پر بھی مستقل مضمون سپرد قلم فرمایا۔ وہی اس مختصر مجموعہ کا چوتھا اور آخری مضمون ہے۔ اس کا عنوان ہے ''مسئلہ نزول مسیح وحیات مسیح'' اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اپنے ان بندوں کے خیالات کی تصحیح اور اصلاح کا ذریعہ بنائے جو ان مسائل کے بارے میں شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اور اس کو قبول فرمائے۔ ناچیز! ناظم کتب خانہ الفرقان لکھنؤ..... جون ۱۹۷۵ء

اسلام اور قادیانیت

یہ مختصر مضمون ''الفرقان'' کے افتتاحیہ کے طور پر اگست ۱۹۷۴ء میں اس وقت لکھا گیا تھا جب پاکستان کے ہر طبقہ اور مکتب خیال کے علماء اور عوام کی طرف سے ایک عوامی تحریک کی شکل میں وہاں کی حکومت سے مطالبہ کیا جارہا تھا کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور ہندوستان میں خاص کر غیر مسلموں کے اخبارات مسلسل اس کے خلاف لکھ رہے تھے اور مسلمانوں میں سے بھی کچھ ایسے لوگ جو غیر مسلموں ہی کی طرح اسلام سے ناواقف ہیں۔ مخالفانہ بیانات دے رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

پاکستان میں قادیانیوں کو ''غیر مسلم اقلیت'' قرار دیئے جانے کا جو مسئلہ اٹھا ہوا ہے۔ اگر چہ وہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے اور اپنی مخصوص نوعیت کے لحاظ سے مسلمانوں کا خالص دینی مذہبی علمی مسئلہ ہے۔ جس کے بارے میں وہی لوگ سوچ سمجھ سکتے ہیں۔ جو اسلام کی حقیقت اور اس کے حدود سے واقفیت رکھتے ہوں۔ مگر اس کے باوجود ہمارے ملک کے انگریزی، ہندی اور اردو کے اخبارات بھی جو غیر مسلم حضرات کی ادارت وسربراہی اور ان ہی کے انتظام میں چل رہے ہیں۔ جن کی واقفیت اسلام کے بارے میں صفر سے زیادہ نہیں ہے۔ اپنے کو اس مسئلہ میں اظہار رائے کا حق دار سمجھ کر اس بحث میں حصہ لے رہے ہیں۔

بعض ایسے اردو رسالوں میں بھی اس مسئلہ سے متعلق مضامین شائع ہو رہے ہیں جو صرف تفریحی اور مقصد کے لحاظ سے خالص تجارتی اور کاروباری ہیں اور جن کا دین و مذہب سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ ان پڑھے لکھے لوگوں کو اس کا بالکل احساس نہیں کہ ایک خالص دینی مسئلہ میں ضروری علم و واقفیت کے بغیر حصہ لینا کتنی بڑی بے اصولی اور کیسی غیر ذمہ دارانہ بات ہے اور اس مسئلہ میں وہ جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ کس قدر مہمل اور غیر منطق ہے۔

آج اسی موضوع سے متعلق چند اصولی اور بنیادی باتیں حوالہ قلم کی جاری ہیں۔

اسلام کسی نسل اور ذات برادری کا نام نہیں ہے اور ہندو مذہب کی طرح (اگر اس کو مذہب کہا جا سکے) کچھ معاشرتی رسوم یا کسی خاص طرز عبادت سے وابستگی کا نام بھی اسلام نہیں ہے۔ جس میں عقیدہ کی کوئی اہمیت نہیں۔ ہندو دنیا سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ویدوں کو مقدس الہامی کتاب ماننے والے بھی ہندو ہیں اور اس کا انکار کرنے والے بھی ہندو، مورتی پوجا کرنے والے سناتن دھرمی بھی ہندو ہیں اور مورتی پوجا کا کھنڈن کرنے والے آریہ ساجی بھی ہندو۔ ایشور اور خدا کو ماننے والے بھی ہندو ہیں اور اس کے قطعی منکر بھی ہندو۔ ایک زمانہ میں ہمارے ملک کے عظیم لیڈر پنڈت جواہر لال نہرو نے خود اپنا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ہندو مذہب بھی عجیب ہے۔ اس سے کسی طرح پیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ میں خدا کو نہ مانوں جب بھی ہندو ہوں۔ کسی مذہب کو نہ مانوں جب بھی ہندو ہوں [۱]۔

الغرض اسلام اس طرح کا کوئی مذہب اور دھرم نہیں ہے۔ بلکہ مسلمان ہونے کے لئے کچھ متعین عقائد اور ہدایات کا قبول کرنا اور ان کو برحق ماننا ضروری اور لازمی ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ وہ پیغمبر کی اولاد ہو۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی کسی چیز کا منکر نہ ہو جس کے بارہ میں ناقابل شک یقینی اور قطعی طریقہ سے اور مسلسل تواتر سے ثابت اور معلوم ہو چکا ہو اور امت کے عوام تک کو معلوم ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعلیم امت کو دی تھی۔ علماء فقہاء اور متکلمین کی خاص اصطلاح میں ایسی چیزوں کو

---

[۱] بہت عرصہ گذرا پنڈت نہرو کی یہ بات غالباً ان کی خود نوشت سوانح حیات کے اردو ایڈیشن میں پڑھی تھی۔ اس وقت یادداشت سے لکھا ہے۔ ان کے الفاظ جو بھی ہوں۔ پورا اطمینان ہے مطلب یہ تھا۔

ضروریات دین کہا جاتا ہے۔ مثلاً یہ بات کہ اللہ ہی وحدہ لاشریک معبود ہے، اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور قیامت وآخرت برحق ہے اور قرآن پاک اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب ہدایت ہے اور پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کے بارے میں ہر وہ شخص جس کو اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق کچھ بھی علم اور واقفیت ہے۔ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان باتوں کی امت کو تعلیم دی تھی۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے تو مسلمان ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایسی کسی بات کا انکار نہ کرے۔ کیونکہ ایسی ایک بات کا انکار بھی بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وہدایت کا انکار ہے۔ جس کے بعد اسلام سے رشتہ کٹ جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے جن باتوں کی تعلیم وہدایت ایسے یقینی اور قطعی طریقہ سے مسلسل تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور جن کو امت کے عوام بھی جانتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم کردیا گیا۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ جس قطعی اور یقینی طریقہ سے اور جس درجہ کے تواتر کے ساتھ امت کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے خدا کی وحدانیت، اپنی رسالت، قیامت وآخرت اور قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے اور پنج نمازوں کی فرضیت اور خانہ کعبہ کے قبلہ ہونے کی تعلیم دی تھی۔ ویسے ہی قطعی اور یقینی طریقہ سے اور اسی درجہ کے تواتر کے ساتھ یہ معلوم اور ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے آخری نبی ہونے اور آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے مبعوث نہ ہونے کی بات پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ بتلائی تھی اور اس طرح بتلائی تھی کہ اس سے زیادہ وضاحت وصراحت کا کوئی امکان نہیں [1]۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے بعد صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت سے لے کر ہمارے دور تک امت کا اس پر اجماع اور اتفاق رہا کہ جس طرح توحید ورسالت اور قیامت وآخرت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا منکر، پنجگانہ نمازوں کی فرضیت اور کعبہ کے قبلہ ہونے کا منکر، مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا یا اس کے دعوے اور دعوت کو قبول کرکے اس پر ایمان لانے والا مسلمان نہیں

[1] اگر کسی کو اس بارہ میں علمی اطمینان حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو وہ کم از کم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ (مقیم کراچی) کا رسالہ ہدایت المہدیین (عربی) یا رسالہ ختم النبوۃ (اردو) کا مطالعہ کرے۔

ہو سکتا۔ اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جائے گا اور اس کے ساتھ مرتدوں والا معاملہ کیا جائے گا۔ امت کی پوری تاریخ میں عملاً بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ سب سے پہلے صدیق اکبرؓ اور تمام صحابہ کرامؓ نے نبوت کے مدعی مسیلمہ کذاب اور اس کے ماننے والوں کے بارہ میں یہی فیصلہ کیا۔ حالانکہ تاریخی روایت میں محفوظ ہے کہ وہ لوگ توحید اور رسالت محمدی کے قائل تھے۔ ان کے ہاں اذان ہوتی تھی اور اذان میں اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمداً رسول اللہ بھی کہا جاتا تھا۔ (تاریخ الطبری ج ۲ص ۲۷۵ طبع بیروت)

واضح رہے کہ اس مسئلہ کی بنیاد صرف یہ نہیں کہ قرآن مجید سورۂ احزاب میں رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے کہ لغوی کج بحثیوں کے ذریعہ بے چارے ناواقفوں کے دلوں میں شک وشبہ پیدا کیا جائے۔ اگر چہ واقعہ یہ ہے کہ "خاتم بفتح تا خاتم، بکسر تا" کے مفہوم (آخری) کو اور زیادہ مبالغہ کے ساتھ ادا کرتا ہے اور سلسلہ نبوت کے ختم اور قطعی مہر بند ہو جانے اور حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کے مبعوث نہ ہونے بلکہ نہ ہو سکنے کے عقیدہ اور تصور کو اور زیادہ مستحکم کر دیتا ہے۔ تاہم جیسا کہ عرض کیا گیا مسئلہ کی بنیاد قرآن مجید کا صرف یہ کلمہ نہیں ہے۔ بلکہ اس مسئلہ ختم نبوت اور انقطاع سلسلہ رسالت سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے وہ ارشادات جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور جو اس لفظ "خاتم النبیین" کی تشریح کرتے ہیں اور پھر مسلسل تواتر اور امت کا اجماع اور تعامل ان سب چیزوں کی وجہ سے مسئلہ کی نوعیت وہی ہو گئی ہے جو مثلاً عقیدہ توحید ورسالت، قیامت وآخرت اور نماز پنجگانہ کی فرضیت کی ہے اور ایسے کسی بھی مسئلہ کا انکار اگر چہ کسی تاویل کے ساتھ ہو، اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اگر ایسے عقائد ومسائل کا تاویل سے انکار کر کے بھی آدمی مسلمان ہی رہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اسلام کے بنیادی عقائد وتعلیمات اور ضروریات دین کی بھی کوئی متعین حقیقت نہیں ہے۔ جس کا جو جی چاہے مطلب گڑھ لے۔

اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اس بارہ میں قادیانیوں کا موقف اور عقیدہ کیا ہے؟۔ کیا وہ ختم نبوت کے اس عقیدہ کے منکر ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو حقیقی اور شرعی معنی میں نبی مانتے ہیں یا اس لفظ اور تعبیر سے ان کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے؟۔

اس کے جواب کے لئے کچھ زیادہ چھان بین اور ان کی بہت سی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت نہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے اور خلیفہ دوم اور موجودہ خلیفہ (مرزا ناصر) کے والد مرزا بشیر الدین محمود صاحب کی صرف ایک کتاب حقیقت النبوۃ کا مطالعہ کافی ہے۔ یہ کتاب

انہوں نے لاہوری پارٹی کے خلاف اور ان کی تردید میں لکھی ہے اور اس کا خاص موضوع اور مدعا یہی ہے کہ مرزا قادیانی اسی طرح اور اسی معنی میں نبی تھے۔ جس طرح کے اور جن معنوں میں انبیاء سابقین مثلاً حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہم السلام نبی تھے اور جس طرح ہر نبی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا انکار کرنے والے اور ان کو نہ ماننے والے بھی کافر ہیں۔ (حقیقت النبوۃ ص ۱۸۸، ۱۸۹)

انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں اس موضوع پر کچھ مزید تفصیل سے عرض کیا جائے گا۔ واللہ ولی التوفیق! (الفرقان بابت ستمبر ۱۹۷۴ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

۲...... قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہوئے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے۔ اس کارروائی کے ذریعہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک ایسا اسلامی فریضہ ادا کیا ہے۔ جس پر اسے دلی مبارک باد دی جانی چاہئے۔ قادیانیت کا سرچشمہ پاکستان ہی میں ہے۔ وہیں سے سارے عالم میں فتنے کی تحریک اور پرورش ہو رہی تھی۔ اس لئے پاکستان حکومت کا فرض تھا کہ وہ اس چشمے پر بند باندھے اور دنیا کے سارے انسانوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً آگاہ کردے کہ اسلام کی تبلیغ کے نام سے قادیانیت کی جو تبلیغ نہایت اعلیٰ وسائل کے ساتھ ہو رہی ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کار خیر میں ''رابطہ عالم اسلامی'' (مکہ مکرمہ) کا بھی بڑا حصہ ہے کہ اس نے پاکستانی علمائے اسلام اور عامۃ المسلمین کے اس مسلسل مطالبے کو کہ قادیانیوں کو امت مسلمہ سے خارج قرار دیا جائے۔ اسلام کی مذہبی نمائندگی کی سطح پر ایک عالمی مطالبے کی حیثیت میں لاکر بہت باوزن اور پاکستانی حکومت کے لئے سنجیدگی کے ساتھ قابل توجہ بنادیا۔ رابطہ کی یہ جدوجہد انشاء اللہ اس کی اہم ترین نیکیوں میں شمار ہوگی۔

قادیانی! جو تقریباً ایک صدی سے اپنے آپ کو اسلام کے ساتھ چپکائے رکھنے پر مصر تھے اور طرح طرح کی پرفریب دلیلوں سے اس حقیقت کو غلط ٹھہراتے تھے کہ وہ اسلام کے نام سے ایک نئے مذہب کے پیرو اور داعی ہیں۔ وہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے اس فیصلے کے بعد یقیناً اور

زور وشور سے اپنی مظلومیت کا رونا روئیں گے اور ناواقف مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کریں گے کہ انہیں اسلام سے خارج قرار دینا ایک صریح زیادتی ہے۔اس لئے ضرورت ہے کہ پاکستان میں جس بنیاد پر ان کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔اس بنیاد کی ایک عام فہم تشریح کر دی جائے تاکہ کوئی سچا مسلمان اس معاملے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونے پائے۔تشریح کے سلسلے میں چند بنیادی باتیں پہلے سمجھنے کی ہیں۔

پہلا نکتہ: اس سلسلے میں سب سے پہلے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جو دینی حقیقتیں اور دینی باتیں رسول اللہ ﷺ سے ہم تک پہنچی ہیں۔ان میں سے زیادہ تر تو وہ ہیں جن کے بارے میں اگرچہ ہمیں اطمینان ہے کہ ان کا ثبوت اس درجہ کا ہے کہ ہمارے لئے ان کا ماننا اور اگر وہ عمل سے متعلق ہیں تو ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔لیکن پھر بھی ان کا ثبوت ہر قسم کے احتمال وتشکیک اور اشتباہ والتباس سے بالاتر ایسا یقینی اور قطعی اور بدیہی نہیں ہے کہ ہم ان کے نہ ماننے کو قطعیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی بات کا نہ ماننا کہہ سکیں اور اس کو کفر وانکار قرار دے سکیں۔دین وشریعت کے زیادہ تر اجزاء وعناصر کا یہی حال ہے۔

لیکن کچھ دینی حقیقتیں اور دینی باتیں ایسی بھی یقیناً ہیں۔جن کی حیثیت یہ ہے کہ مثلاً جس درجہ کے یقینی اور غیر مشکوک ذرائع سے اور جس کے تواتر سے ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اللہ کے پیغمبر کی حیثیت سے ایک دین کی طرف اپنے زمانہ کے لوگوں کو بلایا تھا۔اسی درجہ کی نقل وروایت اور اسی قسم کے تواتر سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپؐ نے اپنی دینی ہدایت اور دعوت کے سلسلے میں یہ چیزیں خاص طور سے فرمائی تھیں۔مثلاً یہ بات کہ آپ ﷺ نے ''لا الہ الا اللہ ''یعنی توحید کی دعوت دی تھی اور بت پرستی کو شرک قرار دیا تھا... اور مثلاً یہ بات کہ آپ ﷺ نے قرآن پاک کو کتاب اللہ کی حیثیت سے پیش کیا تھا..... اور مثلاً یہ بات کہ آپ ﷺ قیامت کا آنا بیان فرماتے تھے..... اور یہ بات کہ آپ ﷺ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کا حکم دیتے تھے۔تو یہ اور ان جیسی بہت سی دینی حقیقتیں ہیں۔جن کا ثبوت ہر قسم کے وہم وشک اور احتمال وتشکیک سے بالاتر اسی درجہ کے تواتر سے ہم تک پہنچا ہے۔جس درجہ کے تواتر سے رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کی دعوت پہنچی ہے اور ہر دور میں امت کے تمام طبقات میں ان کی ایسی ہی شہرت رہی ہے۔

الغرض رسول اللہ ﷺ سے ان دینی حقیقتوں کا ثبوت ایسی یقینی قطعی، اور بدیہی ہے کہ ان کا نہ ماننا بلاشبہ پیغمبر خدا ﷺ کی بیان فرسودہ حقیقت کا نہ ماننا ہے۔

خالص علمی اور دینی اصطلاح میں دین کی ایسی حقیقتوں کو ''ضروریات دین'' کہتے ہیں۔

دوسرا نکتہ: اس کے بعد ہمیں عرض کرنا ہے کہ جو شخص اسلام و کفر کے معنی وہی جانتا ہو۔ جو کتاب و سنت سے اور امت مسلمہ کے متواتر تعامل سے علماء سلف و خلف نے اب تک سمجھے ہیں۔ اس کو غالبًا اس بات سے اختلاف اور انکار نہ ہوگا کہ مومن و مسلم ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ان ''ضروریات دین'' میں سے کسی حقیقت کا منکر نہ ہو۔ اگر یہ بھی ضروری نہ ہو تو پھر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مومن و مسلم ہونے کے لئے سرے سے کسی حقیقت کا ماننا ضروری نہیں اور شاید اس سے زیادہ مہمل اور بے معنی بات دین کے بارے میں اور نہیں کہی جا سکتی۔

تیسرا نکتہ: اب فرض کیجئے کہ ان ہی دینی حقیقتوں میں سے (جن کو ضروریات دین کہا جاتا ہے) کسی حقیقت کے بارے میں ایک شخص کہتا ہے کہ میں اس کو مانتا ہوں۔ لیکن وہ اس کے معنی بالکل نئے گھڑتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ میں ''لا الہ الا اللہ'' کو مانتا ہوں اور اگر گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ لیکن لوگوں نے جانا نہیں۔ وہ میں خود ہوں۔ میں نے اب اس شکل و صورت میں ظہور کیا ہے۔ جس میں تم مجھے دیکھ رہے ہو اور قرآن میری نازل کردہ کتاب ہے اور محمد ﷺ میرے بھیجے ہوئے رسول تھے۔ (معاذ اللہ) یا فرض کیجئے کہ وہ اپنے بارے میں یہ نہیں کہتا۔ بلکہ کسی مقبول ہستی کے بارے میں یہ بات کہتا ہے۔ یعنی ''لا الہ الا اللہ'' کو مانتے ہوئے وہ اس کا مصداق اس مقبول ہستی کو بتاتا ہے۔ (جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کے بارے میں غلو کرنے والے کچھ عقل باختوں کے متعلق نقل بھی کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کو مسلمانوں میں شمار کرتے تھے۔ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھتے تھے اور اللہ کا ظہور یا مصداق حضرت علیؓ ٹھہراتے تھے)۔ یا مثلاً فرض کیجئے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کو مانتا ہوں۔ لیکن اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو عام مسلمان اب تک سمجھتے رہے۔ بلکہ اس کا مطلب (معاذ اللہ) یہ ہے کہ کوئی معبود نہیں۔ اللہ کے سوا اور وہ اللہ خود محمد ﷺ ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ کے روپ میں آ گئے ہیں...... یا مثلاً ایک شخص قیامت کے بارے میں کہتا ہے کہ میں قیامت کو مانتا ہوں۔ لیکن اس کی حقیقت وہ نہیں ہے جو عام مسلمان سمجھے ہوئے ہیں اور خواہ مخواہ اس کے انتظار کی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب صرف ایک دور کا خاتمہ اور

دوسرے دور کا آغاز ہے۔ جو ہو بھی چکا اور مسلمان جس توڑ پھوڑ والی قیامت کے منتظر ہیں۔ وہ کبھی آنے والی نہیں۔۔۔ یا مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں قرآن کریم کو خدائی کتاب مانتا ہوں۔ لیکن اس بارے میں میرا خیال اور تصور وہ نہیں ہے جو عام مسلمانوں کا ہے۔ بلکہ میرے نزدیک اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ دراصل تو یہ رسول اللہ ﷺ کی تالیف ہے اور خود ان کا کلام ہے۔ لیکن اس میں جو باتیں ہیں اور جن خیالات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ چونکہ وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہیں۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ اللہ ہی نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے دماغ میں پیدا کیا تھا۔ اس لئے قرآن کریم کو کتاب اللہ کہہ دیا جاتا ہے [1]۔

تو غور طلب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے گمراہوں کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ بے چارے مکذب اور منکر نہیں۔ بلکہ موؤل ہیں اور اس لئے مسلمان ہی ہیں۔ یا یہ کہا جائے گا کہ یہ زندیق تاویل اور تحریف کے ساتھ دینی حقیقتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور انہوں نے یہ رویہ اختیار کر کے دین محمدی ﷺ سے اپنا رشتہ کاٹ لیا ہے؟۔

کھلی ہوئی بات یہ ہے کہ تاویل کے ساتھ "ضروریات دین" کا انکار کرنے والوں کو مومن ومسلم کہنے کی گنجائش جب ہی نکل سکتی ہے کہ پہلے اس بات کو مان لیا جائے کہ ان "ضروریات دین" کی بھی کوئی حقیقت متعین نہیں ہے۔ جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سرے سے خود اسلام ہی کی حقیقت متعین نہیں۔ کیونکہ "ضروریات دین" تو اس کے اوّل درجہ کے بینات ہیں۔

اس لئے متقدمین اور متاخرین میں سے جنہوں نے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے۔ وہ سب اس پر متفق ہیں کہ "ضروریات دین" میں تاویل، مآل اور حکم کے لحاظ سے تکذیب ہی ہے۔

اس متفقہ مسئلہ کی نوعیت: اور واضح رہے کہ یہ کوئی فرعی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ کفر واسلام کی حقیقت اور اس کی حدود کا اصولی اور بنیادی مسئلہ ہے۔ متقدمین ومتاخرین اہل حق میں سے ایک کا بھی نام نہیں بتایا جا سکتا۔ جس نے اس اصول سے اختلاف کیا ہو اور تاویل کے ساتھ

---

[1] واضح رہے کہ یہ سب محض فرضی مثالیں نہیں۔ بلکہ ان میں بعض باتیں وہ ہیں۔ جن کے کہنے والے پہلے کسی زمانے میں گذرے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کے کہنے والے اب بھی موجود ہیں اور قرآن پاک کے متعلق یہ بات تو ابھی چند سال ہوئے۔ نیاز فتح پوری صاحب نے کہی تھی۔

''ضروریات دین'' کے انکار کو کفر نہ قرار دیا ہو۔ ہاں کسی شخص یا گروہ پر اس اصول کے انطباق اور اطلاق میں واقفیت اور عدم واقفیت کی بناء پر یا دوسرے وجوہ سے دو رائیں ہو سکتی ہیں اور کسی کی تکفیر کے بارے میں جہاں خود محققین ومحتاطین اہل حق میں اختلاف ہوا ہے۔ وہ عموماً اطلاق اور انطباق ہی میں ہوا ہے۔ بہر حال تمام سلف وخلف اہل حق میں سے کسی ایک کو بھی اس اصول سے اختلاف نہیں ہے کہ ''ضروریات دین'' کا انکار اگرچہ تاویل کے ساتھ ہو۔ بہر حال وہ اسلام سے رشتہ کاٹ دیتا ہے۔

ختم نبوت کا عقیدہ: اس کے بعد عرض کرنا ہے کہ جو شخص دین کا کچھ بھی علم رکھتا ہے وہ یہ ضرور جانتا ہے کہ ''ختم نبوت کا عقیدہ'' یعنی ''ختم نبوت'' اور ''خاتم النبیین'' کے صرف الفاظ نہیں بلکہ یہ حقیقت کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور اب کوئی نیا نبی قیامت تک مبعوث نہیں ہوگا۔ ''ضروریات دین'' میں سے ہے۔ یعنی ناقابل شک یقین پیدا کرنے والے تواتر کے جن ذرائع سے ہمیں مثلاً یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے کو نبی کی حیثیت سے پیش کیا تھا اور قرآن کریم کو کتاب اللہ بتایا تھا اور آپ ﷺ توحید اور نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ ان ہی ذرائع سے اور بالکل ویسے ہی تواتر سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بارہ میں یہ بھی بتلایا تھا کہ سلسلہ نبوت مجھ پر ختم کر دیا گیا میں خاتم النبیین ہوں اور اب میرے بعد کوئی نیا نبی اللہ کی طرف سے نہیں آئے گا الغرض یہ عقیدہ اور یہ دینی حقیقت بھی دین کی خاص اصطلاح ہیں۔ ''ضروریات دین'' میں سے ہے اور کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس کا انکار نہ کرے اور نہ اس کی ایسی تاویل اور توجیہ کرے۔ جس سے ختم نبوت کی مذکورہ بالا حقیقت کا انکار اور ابطال ہوتا ہو۔

قادیانیوں کا مسئلہ: اب آخری کڑی اس بحث کی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں جس شخص نے پڑھی ہیں۔ اسے اس بات میں شبہ کرنے کی گنجائش نہیں کہ جب الفاظ وعبارات میں نبوت کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے اور اگلے پیغمبروں نے کیا ہے۔ مرزا قادیانی نے ان ہی الفاظ وعبارات میں اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جو لوگ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں وہ اگر ہٹ دھرم نہیں ہیں تو وہ سوچیں کہ نبوت کا دعویٰ کن لفظوں اور کن عبارتوں میں ہوتا ہے اور پھر وہ مرزا قادیانی کی اس سلسلہ کی عبارات کا مطالعہ کریں اور خبر جانے دیجئے کہ مرزا قادیانی کے معاملہ

کو لاہوری پارٹی [1] کے غیر منطقی وجود نے ان کے معاملہ کو (واقعتاً قابل اشتباہ نہ ہونے کے باوجود) بعض شئی لوگوں کے لئے ہم مان سکتے ہیں کہ کسی درجہ میں اب مشتبہ کر دیا ہے۔ لیکن موجودہ قادیانی پارٹی کا معاملہ تو بالکل صاف ہے وہ تو کھلے بندوں مرزا قادیانی کے لئے حقیقی نبوت اور اس کے لوازم ثابت کرتے ہیں اور بغیر کسی لاگ لپیٹ کے کہتے ہیں کہ وہ اسی معنی کے اور اسی قسم کے حقیقی نبی تھے۔ جس معنی کے اور جیسے نبی پہلے آتے رہے اور اگلے نبیوں کے نہ ماننے والے جس طرح کافر ہیں اور نجات کے مستحق نہیں۔ اسی طرح مرزا قادیانی کے نہ ماننے والے سارے مسلمان بھی کافر اور نجات سے محروم رہنے والے ہیں۔

جن لوگوں نے ان تحریروں کو پڑھا ہے۔ جو نبوت اور تکفیر کے مسئلہ پر لاہوری پارٹی کے جواب میں قادیانی پارٹی کے ذمہ داروں کی طرف سے کتابی صورت میں اور اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اس بارے میں ان لوگوں نے کسی بڑے شکی اور تاویلی آدمی کے لئے بھی کسی شک وشبہ کی اور کسی تاویل کی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

(نوٹ! یہاں پر حضرت مرحوم نے مرزا قادیانی کے حوالجات نقل کئے جو دوسرے رسالہ ''کفر واسلام کے حدود'' میں موجود ہیں۔ اس لئے ان کو یہاں سے قلمزد کر دیا ہے۔ اس مضمون اور متذکرہ رسالہ کے مضمون میں یکسانیت تھی۔ لیکن جہاں فرق تھا تو دونوں کو رہنے دیا ہے۔ فقیر مرتب! ۱۴رشوال ۱۴۲۷ھ)

ختم نبوت کے عقیدے کا ایک خاص پہلو

ختم نبوت کے عقیدے میں اس امت کے ساتھ خدا کی خصوصی عنایت ورحمت کا ایک ایسا پہلو بھی ہے کہ علاوہ ایک حکم خداوندی ہونے کے اس پہلو سے بھی مسلمانوں کو اس عقیدہ کی خاص قدر اور عظمت ہونی چاہئے۔ نبوت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ نئے نبیوں کا آنا امتوں کے لئے کتنا بڑا اور کتنا سخت امتحان ہوتا ہے اور پہلے پیغمبروں کے ماننے والے کتنے لوگ ہوتے ہیں جو

[1] مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو کہتا ہے کہ وہ معروف اصطلاحی معنوں میں نبی ہونے کے مدعی نہیں۔ بلکہ صرف ''مہدی'' اور اس ''آنے والے مسیح ہونے'' کے مدعی تھے۔ جس کی خبر حدیثوں میں دی گئی ہے۔

نئے نبی پر ایمان لاتے ہیں۔صرف سب سے آخری دو رسولوں کو دیکھ لیجئے۔عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے اور احیاء موتی جیسے معجزے لے کر تشریف لائے تو یہودیوں میں سے کتنے ان پر ایمان لائے اور کتنے انکار کر کے لعنتی اور جہنمی بنے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور کیسی آیات بینات (کھلی ہوئی نشانیوں) کے ساتھ تشریف لائے۔تو یہود و نصاریٰ میں سے یعنی اگلے پیغمبروں اور اگلی کتابوں کے ماننے والوں میں سے کتنے آپ پر ایمان لائے اور کتنے انکار اور کفر کر کے دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں ابدی عذاب نار کے مستحق ہوئے۔پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر یہ رحمت فرمائی کہ اس امت کو اس سخت امتحان سے محفوظ فرمادیا۔اگر بالفرض نبوت جاری رہتی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوئی ہے۔یعنی حضور ﷺ کی امت کے بہت تھوڑے سے لوگ اس کو مانتے اور زیادہ تر انکار کر کے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہو جاتے۔پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے محفوظ فرمادیا اور امت کو مطمئن فرمادیا کہ تمہاری اور ساری دنیا کی نجات کے لئے بس یہ کافی ہے کہ ہمارے اس رسول (محمد ﷺ) پر ایمان ہو اور ان کی ہدایت کا اتباع ہو۔

الغرض ختم نبوت صرف ایک دینی مسئلہ اور عقیدہ نہیں ہے۔بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کا عنوان ہے کہ اب سارے انسانوں کے لئے نجات کی آخری شرط بس ہمارے اس رسول (محمد ﷺ) پر ایمان لانا اور ان کی ہدایت کا اتباع کرنا ہے۔اس لئے اب قیامت تک آنے والے انسانوں کو مطمئن اور یکسو ہو کر بس ان کا اتباع کرنا چاہئے۔انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے سلسلہ میں یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔

پس اب جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی نئی نبوت کی گنجائش نکالتا ہے وہ اللہ کے اس فیصلے اور اس کے قائم کئے ہوئے اس سارے دینی نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ذرا اس کے دوررس نتائج پر غور کیجئے۔یہ دوسری قسم کی اعتقادی گمراہیوں سے بہت مختلف قسم کی بات ہے۔اس کا اثر پورے نظام دین پر پڑتا ہے۔نئے نبی کی آمد پر اس پر ایمان لانا مدار نجات ہو جاتا ہے۔وہی نبی وقت ہوتا ہے اور اس کے زمانہ کا کوئی شخص جو اس سے پہلے پیغمبروں کی تصدیق کرے۔لیکن اس کو نہ مانے تو وہ کافر اور اللہ کی لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔پس رسول اللہ ﷺ کے بعد نئی

نبوت کالازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ نجات کی آخری شرط محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا نہیں ہوگا۔ بلکہ بعد میں آنے والے اس نبی پر ایمان لانا نجات کی آخری شرط ٹھہرے گا۔ (جیسا کہ قادیانی امت مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق صاف صاف کہتی ہے کہ ان کا انکار کرنے والے اسی طرح کافر اور لعنتی ہیں جس طرح پہلے نبیوں کے منکر لعنتی اور کافر ہوئے۔)

پس جو لوگ دین میں اتنا بڑا فساد برپا کرنا چاہیں اور قیامت تک کے لئے قائم کئے ہوئے اللہ کے اس نظام کو یوں درہم برہم کرنا چاہیں لازماً ایمان والوں کو ان کے ساتھ دوسرے تمام زنادقہ و مرتدین سے زیادہ سخت معاملہ کرنا چاہئے ...... اور اسلامی تاریخ کے جاننے والے جیسا کہ جانتے ہیں کہ امت محمدیہ نے ہر دور میں ایسا ہی کیا ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ کبھی کوئی نرمی نہیں کی گئی۔ حضور ﷺ کی حیات کے آخری دور ہی میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے مسیلمہ کذاب کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سرکردگی میں جو کچھ کیا وہ اس کی سب سے زیادہ اطمینان بخش مثال ہے۔ (الفرقان اکتوبر ۱۹۷۴ء)

قادیانی اور ایک دانشور طبقہ

قادیانیوں کی لاہوری شاخ کا ایک ہفتہ وار پرچہ ''روشنی'' سرینگر (کشمیر) سے نکلتا ہے۔ ایک صاحب نے اس کا ۱۹؍اکتوبر ۱۹۷۴ء (۲رشوال ۹۴ھ) کا شمارہ لاکر دیا۔ اس میں ''الجمعیۃ دہلی'' کے سابق ایڈیٹر معروف صحافی فارقلیط صاحب کا ایک مضمون اردو ڈائجسٹ ''شبستان دہلی'' کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اس مضمون کا تعلق قادیانیوں کے کفر و اسلام کے مسئلہ سے ہے۔

یہ عجیب وغریب نوعیت کا مضمون ہے۔ فارقلیط صاحب نے جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کو انہوں نے اپنا خیال اور اپنی رائے قرار نہیں دیا ہے۔ ان کا فرمانا ہے کہ مسلمانوں کے ایک دانشور طبقے کے یہ خیالات ہیں۔ انہوں نے اس مضمون کی اشاعت کی غرض بتاتے ہوئے تمہید میں لکھا ہے کہ:

''راقم نے اس طبقہ کے خیالات کو مرتب کرلیا ہے اور انہیں اس غرض سے اشاعت کے لئے دے رہا ہے کہ علمائے اہل سنت اس پر غور فرمائیں اور محققانہ انداز میں ان کا ایسا جواب دیں کہ ان کی تشکیک اور ذہنی تبدیلی کا ازالہ ہوجائے۔''

اس کے آگے فارقلیط صاحب نے صاف لفظوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

"اس بارے میں راقم کے خیالات اور فیصلہ کو محفوظ سمجھنا چاہئے۔"

اس صراحت ووضاحت کے بعد اس کی گنجائش نہیں ہے کہ مضمون میں ظاہر کئے گئے خیالات کو فارقلیط صاحب کے خیالات سمجھا جائے۔لیکن بہت سے سوچنے والوں کے ذہنوں میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ ان خیالات سے اگر ان کو اتفاق نہیں ہے تو ان میں وہ کون سی ایسی بات ہے جس کا بہت اچھا اور تشفی بخش جواب وہ خود نہیں دے سکتے۔طویل مدت سے جو تھوری بہت شناسائی فارقلیط صاحب سے رہی ہے اور ان کے فہم وفکر کے بارے میں جو اندازہ ہے اس کی بناء پر اس عاجز کا حسن ظن تو یہی ہے کہ وہ خود ان خیالات کا جن میں کوئی معقولیت نہیں ہے بہت اچھا محاسبہ کر سکتے تھے اور اپنے ناظرین کو بتا سکتے تھے کہ ان دانشوروں نے جو کچھ کہا یا لکھا ہے وہ عوام کے فریب ومغالطوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔لیکن جب انہوں نے یہ نہیں کیا تو دوسروں ہی کو یہ فرض انجام دینا پڑے گا۔والله ولی التوفیق!

جیسا کہ عرض کیا گیا فارقلیط صاحب کے اس مضمون کا موضوع قادیانیوں کے کفر واسلام کا مسئلہ ہے اور اس میں قادیانیوں کو مسلمان اور علماء کی طرف سے ان کی تکفیر کے فتوے اور فیصلہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے لئے عجیب وغریب دلائل پیش کئے گئے ہیں۔

سب سے پہلی دلیل شاید مضبوط ترین دلیل سمجھ کر پہلے نمبر پر یہ حوالہ قلم کی گئی ہے:

"خلافت کے دور میں جب یہ سوال اٹھا کہ مسلمان کس کو کہنا اور سمجھنا چاہئے یا ایک مسلمان کی تعریف کیا ہے۔تو بڑی بحثوں کے بعد طے پایا کہ مسلمان وہ ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور سمجھتا ہے۔اس بات پر اکثر علماء نے اتفاق کیا۔"

حیرت ہے کہ فارقلیط صاحب نے اپنے دانشوروں کی یہ بات کس طرح قابل نقل سمجھی۔اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ مسلمان ہونے کے لئے کسی عقیدہ کی ضرورت نہیں۔بس جو اپنے آپ کو مسلمان کہے وہ مسلمان ہے۔عقیدہ اس کا جو بھی ہو۔کیا ہوش وحواس رکھتے ہوئے کوئی عالم دین ایسی جاہلانہ بات کہہ سکتا ہے؟۔کیا رسول اللہ ﷺ کی دعوت ابوجہل وابولہب وغیرہ مکہ کے کفار ومشرکین اور اس دور کے یہود ونصاریٰ کو صرف یہ تھی کہ تم اپنے کو بس مسلمان کہنے لگو۔عقیدہ

خواہ کچھ بھی رکھو؟۔کیا قرآن مجید کا مطالبہ اپنے مخاطبین سے صرف یہ ہے کہ اپنے کو مسلمان کہنے لگو۔پھر تم مسلم بن گئے اور جنتی ہو؟۔

پھر یہ کہ خلافت کی تحریک میں جو علمائے دین پیش پیش تھے مثلاً حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، حضرت مولانا سجاد صاحب (نائب امیر شریعت بہار) حضرات علمائے دیوبند، علمائے بدایوں ان میں سے کسی کے متعلق بھی یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ وہ کسی شخص یا طبقہ کے حقیقی اور شرعی معنیٰ میں مسلمان ہونے کے لئے بس اپنے کو مسلمان کہنا کافی سمجھتے تھے۔خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ ہمارے نزدیک تو کسی بھی عالم دین کے بارے میں ایسا کہنا اس پر بدترین تہمت ہے اور قریب قریب ان سبھی حضرات کے ایسے فتوے اور ایسی تحریریں پیش کی جاسکتی ہیں جن میں قادیانیوں کو خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے۔

ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ خلافت کمیٹی یا مسلم لیگ جیسی مسلمانوں کی کوئی تنظیم اپنا ممبر بنانے کے لئے یہ اصول مقرر کرے کہ ہر وہ شخص جو اپنے کو مسلمان کہے ہماری تنظیم کا ممبر بن سکتا ہے۔ عقیدہ سے بحث کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہم اس کو مسلمان مان کر ممبر بنالیں گے۔ فارقلیط صاحب کے مضمون میں خلافت کے دور کے جس واقعہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اسی قسم کا کوئی فیصلہ ہو۔لیکن ظاہر ہے کہ قادیانیوں کے اسلام اور کفر کا مسئلہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ ہم وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے اس برصغیر کے تمام ہی وہ علمائے ربانی جن کو علم دین میں رسوخ حاصل رہا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی امت، خاص کر قادیانی پارٹی کے عقائد وخیالات سے جن کو پوری واقفیت حاصل ہے وہ تحریک خلافت سے پہلے بھی اس پر متفق تھے اور بعد میں بھی متفق رہے کہ یہ لوگ اپنے کو مسلمان کہنے کے باوجود اپنے کافرانہ عقائد وخیالات کی وجہ سے شریعت کی رو سے مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔اس سلسلہ میں صرف مثال کے طور پر میں چند علمائے ربانی کے نام لکھتا ہے جو اب اس دنیا میں نہیں ہیں اور جن کے بارے میں کوئی ایسا شخص جو ان کو جانتا ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ حضرات تکفیر کے بارے میں بے احتیاط بے بصیرت اور ناخدا ترس تھے۔

حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ندوۃ العلماء کے بانی حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ، حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ، حضرت مولانا

سجادؒ (نائب امیر شریعت بہار) میرا خیال ہے کہ آخری دونوں مرحوم بزرگ وہ ہیں جن کو فارقلیط صاحب نے بھی کافی مدت تک قریب سے دیکھا ہے اور وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ علم دین میں رسوخ اور تکفیر جیسے اہم معاملہ میں احتیاط اور خدا ترسی کے لحاظ سے ان کا کیا حال و مقام تھا۔

ان حضرات کی اب سے پچاس ساٹھ سال پہلے کی مطبوعہ تحریریں موجود ہیں۔ جن میں مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی امت کو خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد سے قادیانیت سے واقفیت رکھنے والے برصغیر کے تمام علمائے ربانی اور اصحاب فتویٰ کا اس مسئلہ میں اتفاق رہا ہے۔ اس کی بنیاد پر پاکستان کے علماء نے وہاں کی حکومت سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ حکومت نے جو فیصلہ کیا وہ فارقلیط صاحب کے ان دانشوروں کے نزدیک جیسا بھی ہو۔ کتاب وسنت اور ماہرین کتاب وسنت کی رائیوں کے بالکل مطابق ہے۔

فارقلیط صاحب نے مضمون کے آخر میں ان دانشوروں کا ایک تحریری بیان بھی ان ہی کے لفظوں میں نقل کیا ہے۔ اس سے اسلام وکفر کے بارے میں ان لوگوں کا نقطہ نظر اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

اس بیان میں ہندوستان کے آئین کی تحسین کرتے ہوئے اور اسلامی حکومتوں اور علمائے اسلام اور مفتیان کرام کے لئے اس کو گویا قابل تقلید نمونہ بتاتے ہوئے لکھا گیا ہے:

''اس میں (ہندوستان کے آئین میں) تمام ہندو فرقوں کو ہندو قرار دے کر ہر قسم کی بحث کے دروازے بند کر دیئے۔ آئین کی رو سے صرف سناتن دھرمی اور آریہ سماجی ہی ہندو نہیں ہیں۔ بلکہ بدھسٹ، جینی اور سکھ بھی ہندوؤں میں شامل کر لئے گئے ہیں۔ حالانکہ نہ سکھ ویدوں اور شاستروں کے قائل ہیں نہ بدھسٹ اور جینی۔ وہ تو خدا یا ایشور تک کے قائل نہیں۔ مگر ہندوستان کے آئین نے ان سب کو اتحاد کی ایک لڑی میں منسلک کر دیا۔''

دیکھا آپ نے فارقلیط صاحب کے یہ دانشور، امت محمدیؐ، اس کی حکومتوں اور اس کے علماء، اور اصحاب فتویٰ کو تلقین فرماتے ہیں کہ تم مذہبی عقائد کی چھان بین کی تنگ نظری چھوڑ دو۔ یہ مت دیکھو کہ ایک آدمی یا فرقہ خدا کو مانتا ہے یا نہیں مانتا اس کی نازل فرمائی ہوئی کتاب قرآن کو مانتا ہے یا نہیں مانتا، تم ہندوستان کے آئین کی طرح خدا اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کے منکروں کو بھی مسلمان قرار دے کر سب کو اتحاد کی لڑی میں منسلک کر لو۔ یہ دانشور اگر رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہوتے تو ضرور آپ ﷺ کو بھی مشورہ دیتے کہ عقائد کے جھگڑے بکھیڑوں کو

چھوڑ یئے۔اس سے خواہ مخواہ تفریق ہوتی ہے۔خدا کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں، توحید پر عقیدہ رکھنے والوں اور مشرکوں، بت پرستوں کو اللہ کے رسول اور اس کی کتاب قرآن اور قیامت وآخرت پر ایمان رکھنے والوں اور ان سب کے منکروں کو ایک ملت اور ایک امت مان لیجئے۔یقین ہے کہ ابوجہل اور ابولہب بھی بڑی خوشی سے اس کو قبول کر لیتے۔اسی طرح اگر یہ دانشور حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں ہوتے تو مسیلمہ کذاب کی جماعت اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف ان کے فیصلہ جہاد کو یقیناً غلط قرار دیتے۔ان پر امت مسلمہ میں تفریق کا جرم عائد کرتے۔

تاریخ اور سیر پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ دونوں گروہ اپنے کو مسلمان کہتے تھے۔مسلمانوں کا کلمہ بھی پڑھتے تھے۔

حیرت ہے کہ فارقلیط صاحب نے ایسی بے تکی اور بے دانشی کی باتیں کرنے والوں کو دانشور کا معزز لقب دینا کیوں مناسب سمجھا۔

علماء اسلام کی طرف سے قادیانیوں کی تکفیر کے غلط ہونے کے ثبوت میں دوسری دلیل یا دوسری بات اس مضمون میں ان دانشوروں کی طرف سے یہ پیش کی گئی ہے کہ:

''مجدد بریلوی (مولوی احمد رضا خان) نے کسی مسلمان کو کافر اکفر بنائے بغیر نہیں چھوڑا۔''

یہ وہ بات ہے جو قادیانیوں کی تکفیر کے فتوے کو ناقابل اعتبار قرار دینے کے لئے اس سے پہلے بھی کہی جاتی رہی ہے اور خاص کر مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے اہل قلم نے اپنی تحریروں میں اس کو بار بار انشاء کے پورے زور کے ساتھ دہرایا ہے۔

لیکن غور کیا جائے اس دلیل کا منطقی حاصل کیا ہے؟۔یہی نا کہ چونکہ مولوی احمد رضا خان بریلوی کے متعلق معلوم اور ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور اکابر علمائے دیوبند اور علمائے ندوہ اور پھر تحریک خلافت کی شرکت کے جرم میں علمائے فرنگی محل اور علمائے بدایوں وغیرہ کی بھی تکفیر بالکل غلط بنیادوں پر کی اور اس سلسلہ کے ان کے فتوے غلط اور ناقابل اعتبار ہیں۔لہٰذا اب تکفیر کے ہر فتوے اور فیصلہ کو اگرچہ وہ مسلمہ طور پر محتاط اور خدا ترس اور محقق علمائے ربانی کی طرف سے ہو۔ناقابل اعتبار ہی قرار دیا جائے گا۔ناظرین کرام سوچیں کہ یہ بات کس قدر بے تکی اور انصاف و معقولیت سے کتنی دور ہے؟۔

سب جانتے ہیں کہ پولیس والے جو چوروں اور ڈاکوؤں کے چالان کرتے ہیں ان

میں بعض چالان دانستہ یا نادانستہ غلط بھی ہوتے ہیں تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا اور یہ اصول بنالینا صحیح ہوگا کہ کسی جگہ کی بھی پولیس چوروں اور ڈاکوؤں وغیرہ مجرموں کے جو چالان کرے تو ان چالانوں کو غلط ہی مانا جائے گا اور سب چوروں اور ڈاکوؤں کو بری قرار دیا جائے گا۔ مالکم کیف تحکمون!

اس سلسلہ میں ان دانشوروں نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب ''تحذیر الناس'' کا ایک فقرہ بھی نقل کیا ہے۔ جس کو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا مرحوم کی تکفیر کی بنیاد بنایا ہے۔ لیکن چونکہ مضمون سے یہ بات ظاہر ہے کہ فارقلیط صاحب اور ان کے یہ دانشور بھی یقین رکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی یہ حرکت غلط ہے اور اس فقرہ کا مطلب وہ نہیں ہو۔ جو خان صاحب موصوف نے نکالا ہے۔ اس لئے اس فقرہ کی تشریح اور وضاحت کی یہاں ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ تاکہ ہمارا یہ مضمون خواہ مخواہ طویل نہ ہو۔ اگر بالفرض ناظرین میں سے کسی صاحب کو تحذیر الناس کے اس فقرہ کے بارے میں کوئی خلجان ہو تو وہ راقم سطور کے رسالہ معرکۃ القلم کا مطالعہ فرما کر اپنے اس خلجان کو دور کر سکتے ہیں۔

قادیانیوں کی تکفیر ہی کے سلسلہ میں ایک بات اس مضمون میں یہ بھی کہی گئی ہے کہ:

''ایک بنیادی اصول جس پر سب کا اتفاق ہے یہ ہے کہ اگر قائل کے قول میں الجھن ہو تو اس کے قول کا مطلب اسی سے دریافت کیا جائے۔ اگر وہ اپنے قول کی ایسی تشریح کردے۔ جس میں کسی کو اختلاف نہ ہو تو معاملہ ختم کر دیا جائے۔''

یہ بات اصولاً بالکل صحیح ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے جن اقوال اور خاص کر قادیانی پارٹی کی جن تصریحات کی بناء پر علماء اسلام نے ان کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ ان میں کوئی الجھن نہیں ہے۔ وہ بالکل واضح ہیں اور مرزا قادیانی کے خلیفہ اور فرزند مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی تصانیف ''حقیقت النبوۃ، تشحیذ الاذہان اور انوار خلافت'' وغیرہ میں مرزا قادیانی کی نبوت و رسالت اور ان کو نہ ماننے والے مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں جو وضاحت کی ہے اور مرزا قادیانی کا اور اپنا اور اپنی جماعت کا جو عقیدہ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ اس کے بعد کسی الجھن اور کسی استفسار کا سوال ہی نہیں رہتا۔

راقم سطور کا ایک مضمون الفرقان کی اکتوبر کی اشاعت میں ''قادیانی مسلمان کیوں نہیں؟'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں مرزا قادیانی اور مرزا محمود کی جو عبارتیں نقل کی

گئی ہیں۔ ناظرین اور یہ دانشور حضرات ان کو دیکھیں وہ بالکل صاف اور واضح ہیں۔ ان میں کوئی بھی الجھن نہیں۔

قادیانیوں کے کفر و اسلام کے مسئلہ پر جو صاحب بھی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیں ان سے مخلصانہ گذارش ہے کہ وہ راقم کے اس مضمون کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ (یہ مضمون اب اس مجموعہ میں شامل ہے۔)

قادیانیوں کی تکفیر ہی سے متعلق ایک آخری بات زیر بحث مضمون میں یہ کہی گئی ہے کہ وہ اہل قبلہ ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں امام غزالیؒ کی کتاب ''التفرقہ'' کی ایک عبارت بھی نقل کی گئی ہے۔ ہم وہ عبارت اور اس کا ترجمہ اس مضمون ہی سے نقل کرتے ہیں۔

''اما الوصية فان تكف لسانك عن اهل القبلة ما امكنك ماداموا قائلين لا اله الا الله محمد رسول الله غير مناقضين لها والمناقضة تجويزهم الكذب على رسول الله ﷺ بعذرٍ أو بغير عذر فان التكفير فيه خطر والسكوت لا خطر فيه (التفرقة بين الاسلام والزندقة ص١٩٥ بيروت)'' ﴿میری وصیت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اہل قبلہ کی تکفیر سے زبان بند رکھو۔ جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہوں۔ بشرطیکہ وہ اس کلمہ کی مخالفت نہ کریں اور مخالفت کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی عذر یا بغیر عذر کے محمد ﷺ کو جھٹلائیں۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی تکفیر خطرہ سے خالی نہیں۔ اگر سکوت اختیار کر لیا تو پھر کوئی خطرہ نہیں۔﴾

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر میں احتیاط اور کف لسان کی جو وصیت اور ہدایت امام غزالیؒ نے ''التفرقہ'' کی اس عبارت میں فرمائی ہے۔ یہی ہدایت ان سے بہت پہلے ان سے بڑے آئمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ جیسے حضرات نے بھی فرمائی ہے۔ شرح فقہ اکبر میں منتقی کے حوالہ سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے۔

''عن ابى حنيفة لا نكفر احداً من اهل القبلة وعليه اكثر الفقها (شرح فقه اكبر ص١٨٩، طبع مجتبائى دهلى)'' ﴿امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کرتے اور یہی مسلک اکثر فقہاء کا ہے۔﴾

اور اسی شرح فقہ اکبر میں شرح مواقف کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔

''ان جمہور المتکلمین والفقہاء علی انہ لا یکفر احد من اهل القبلۃ (شرح فقہ اکبر ص ۱۸۸) '' ﴿جمہور متکلمین اور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہ کی جائے۔﴾

کاش یہ لوگ جو قادیانیوں کی تکفیر کے مسئلہ میں آئمہ اور مصنفین کی ایسی عبارتوں کی بنیاد پر اہل قبلہ کی بحث چھیڑتے ہیں۔ اس پر غور کرتے کہ ان عبارتوں میں ''اہل قبلہ'' سے کیا مراد ہے؟۔ ظاہر ہے کہ لغوی اور لفظی معنی کے لحاظ سے تو ہر وہ شخص اہل قبلہ ہے۔ جو مکہ مکرمہ میں واقع کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتا ہو تو اگر اس لفظ کا یہی مطلب ہو تو ابوجہل وغیرہ سارے مشرکین عرب اہل قبلہ تھے۔ عربوں کی تاریخ اور ان کے حالات سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ سارے مشرکین عرب کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتے تھے اور اسی بناء پر اس کی تقدیس کے قائل تھے۔ اس کا طواف کرتے تھے۔ اپنے طریقہ پر حج اور عمرہ بھی کرتے تھے۔ تو اگر اہل قبلہ کا مطلب یہی ہو تو پھر تو ابوجہل، ابولہب وغیرہ مشرکین عرب کو بھی کافر ماننے کی گنجائش نہ ہوگی۔

دراصل اہل قبلہ ایک خاص دینی اور علمی اصطلاح ہے۔ عقائد اور فقہ کی کتابوں میں تکفیر کی بحث میں یہ لفظ (اہل قبلہ) عام طور سے استعمال ہوتا ہے اور ان ہی کتابوں میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو توحید و رسالت قیامت وغیرہ ایمانیات پر یقین رکھتے ہوں اور کسی ایسی دینی حقیقت کے منکر نہ ہوں۔ جو رسول اللہ ﷺ سے ایسے قطعی اور یقینی طریقہ پر ثابت ہو۔ جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ (علماء اور مصنفین کی اصطلاح میں ایسی چیزوں کو ضروریات دین کہا جاتا ہے) پس اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا بھی منکر ہے۔ مثلاً قرآن پاک کے کتاب اللہ ہونے کا یا قیامت اور حشر ونشر کا یا پانچ وقت کی نماز کی فرضیت کا یا ایسی کسی بھی دینی بات کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔

وہی شرح فقہ اکبر جس کے حوالہ سے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کی ہدایتیں اوپر نقل کی گئی ہیں۔ اسی میں اسی مقام پر اہل قبلہ کی مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے۔

''اعلم ان المراد باهل القبلۃ الذین اتفقو اعلیٰ ماهو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ تعالیٰ بالکلیات والجزئیات

وما اشبه ذلك من المسائل المهمات فمن واطب طول عمره علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم اونفی الحشر اونفی علمه سبحانه بالجزئیات لا یکون من اهل القبلة (شرح فقه اکبر ص ۱۸۹)'' ﴿اور تمہیں یہ بات جان لینی چاہئے کہ اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو تمام ضروریات دین سے متفق ہوں۔ جیسے عالم کائنات کا حادث ہونا اور قیامت میں جسمانی حشر ہونا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کلیات وجزئیات سب کا علم ہے اوران جیسے تمام اہم مسئلہ جوضروریات دین میں شامل ہیں۔ پس جوشخص ساری عمر نیکیوں اور عبادتوں میں مشغول رہے اوراسی کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ عالم حادث نہیں قدیم ہے۔ یا یہ کہ حشر جسمانی نہیں ہوگا۔ یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا۔﴾

اس عبارت سے یہ بات صاف ہوگئی کہ جوشخص کسی ایسی بات کا انکار کرے۔ جو رسول اللہ ﷺ سے ایسے قطعی یقینی طریقہ سے ثابت ہو۔ جس میں شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہ ہو۔ وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔ اس کو کافر مرتد قرار دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جو آئمہ اور مصنفین یہ کہتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر کی جائے وہ سب یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قیامت اورآخرت کا منکر ہو یا قرآن کے کتاب اللہ ہونے سے انکار کرے یا نماز، روزہ، حج اورزکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہو یا اللہ پاک کی شان میں یا کسی نبی کی شان میں صریح گستاخی اور بدزبانی کرے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چاہے وہ اپنے کو مسلمان کہتا ہو اور کعبہ کو قبلہ مانتا ہو۔ عقائد اور فقہ کی تمام کتابوں میں یہ تصریحات دیکھی جاسکتی ہیں۔

خود امام غزالیؒ نے جن کی کتاب ''التفرقہ'' سے فارقلیط صاحب کے مضمون میں وہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ جو اوپر درج کی گئی۔ (جس میں امام ممدوح نے اہل قبلہ کی تکفیر سے کف لسان کی وصیت فرمائی) اپنی اسی کتاب ''التفرقہ'' میں اسی مسئلہ تکفیر پر بحث کرتے ہوئے وصیت والی مندرجہ بالا عبارت سے پہلے اور بعد میں واضح طور لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی بات کا انکار کرے۔ جو رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگرچہ اس کا انکار تاویل کے ساتھ ہو۔ اسی بنیاد پر وہ مسلمانوں میں سے ان فلاسفہ کو کافر قرار دیتے ہیں۔ جو اس کے قائل تھے کہ قیامت میں حشر جسموں کے ساتھ نہیں ہوگا۔ بلکہ معاملہ صرف روحانی ہوگا۔ اور آخرت میں عذاب اس دنیا کی تکلیفوں کی طرح نہیں ہوگا۔ اس سلسلہ میں امام

غزالی کی اس کتاب ''تفرقہ'' ہی کی چند عبارتیں فارقلیط صاحب اور ان کے ''دانشوروں'' کی خدمت میں پیش ہیں۔

امام غزالی نے ''التفرقہ'' میں تاویل کی بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ بعض تاویلیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کی بناء پر تاویل کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کو خاطی یا بدعتی قرار دیا جائے گا اور بعض تاویلیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو موجب کفر ہوتی ہیں۔ اور جو لوگ اس طرح کی تاویلیں کریں گے ان کو کافر قرار دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ: ''واما مایتعلق من هذاالجنس باصول العقائد المهمة فيجب تكفير من بغير الظاهر بغير برهان قاطع كالذى ينكر حشر الاجاد وينكر العقوبات الحسية فى الاخرة بظنون واوهام واستبعادات من غير برهان قاطع فيجب تكفيره قطعا..... وهو مذهب اكثر الفلاسفة (التفرقة ص ۱۹۱) '' ﴿اور ان تاویلوں میں سے جن کا تعلق اہم بنیادی عقائد سے ہو تو ایسے لوگوں کی تکفیر واجب ہوگی۔ جو کسی قطعی دلیل کے بغیر نصوص کے ظاہری معنی میں تاویل کے ذریعہ تبدیلی کریں۔ جیسے کہ وہ لوگ جو کسی قطعی دلیل کے بغیر محض اپنے اوہام اور خیالات اور استبعادات کی بناء پر قیامت میں حشر اجساد (جسمانی حشر کا) اور آخرت میں حسی عقوبتوں کا انکار کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کی تکفیر واجب ہے اور یہ بات قطعی اور یقینی ہے..... اور یہ اکثر فلاسفہ کا مذہب ہے۔﴾

امام غزالی نے اس عبارت میں جن فلاسفہ کی تکفیر کو واجب اور قطعی قرار دیا ہے۔ وہ اپنے کو مسلمان ہی کہتے تھے اور کعبہ کو قبلہ بھی مانتے تھے۔

فارقلیط صاحب نے اپنے مضمون میں امام غزالی کی جو عبارت میں وصیت ''التفرقہ'' ص ۱۹۱ سے نقل کی ہے۔ اسی صفحہ پر اس عبارت سے بالکل متصل یہ عبارت ہے۔

''واما القانون فهوان تعليم ان النظريات قسمان قسم يتعلق باصول القواعد وقسم يتعلق بالفروع واصول ايمان ثلاثة الايمان بالله وبرسوله وباليوم الاخر وما عداه فروع واعلم انه لا تكفير فى الفروع اصلاً الا فى مسألة واحدة وحى ان ينكر اصلاً دينياً علم من الرسول ﷺ بالتواتر لكن فى بعضها تخطه كما فى الفقهيات وفى بعضها تبديع كا لحظاً المتعلق بالامامة واحوال الصحابة. التفرقه ص ۱۹۱ '' ﴿اور تکفیر کے

بارے میں شرعی قانون کی تفصیل یہ ہے کہ نظریات (عقائد وخیالات) دوقسم کے ہیں۔ایک وہ جن کا تعلق بنیادی عقائد سے ہواور دوسرے وہ جن کا تعلق بنیادی عقائد سے نہیں بلکہ فروع سے ہواور بنائے عقائد تین ہیں۔اللہ پر ایمان، اس کے رسول پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور ان تین سے سوا جو عقائد ہیں ان کو فروع کہا جائے گا اور معلوم ہونا چاہئے کہ فروعی عقائد میں سے کسی کے انکار کی وجہ سے ہم تکفیر بالکل نہیں کریں گے۔لیکن اس ایک صورت میں فروع میں بھی تکفیر کی جائے گی۔ جب کہ کوئی شخص کسی ایسی دینی حقیقت کا انکار کرے۔ جو رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔مگر ان میں سے بعض صورتوں میں اس شخص کو خاطی قرار دیا جائے گا۔جیسا کہ فقہیات میں اور بعض صورتوں میں مبتدع قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ (شیعوں کے) غلط خیالات ہیں۔مسئلہ امامت کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے احوال کے بارے میں تو ان کی بناء پر ان کو بدعتی قرار دیا جائے گا۔﴾

آگے فرماتے ہیں کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایسی بات کہے جس سے حضور ﷺ کی فرمائی ہوئی کسی بات کی تکذیب ہوتی ہوتو اس کی تکفیر واجب ہوگی۔اگر چہ وہ بات دین کے بنیادی اور اساسی عقائد سے متعلق نہ ہو۔ بلکہ فروع سے متعلق ہو۔کتاب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

''ومهما وجد التكذيب وجب التكفير وان كان فى الفروع (التفرقه ص ۱۹۶)'' ﴿اور جب بھی تکذیب کی صورت پائی جائے گی تو تکفیر واجب ہوگی۔اگر چہ اس کا تعلق کسی فروعی مسئلہ سے ہو۔﴾

پھر امام غزالی نے اس کی دو مثالیں بھی دی ہیں۔ہم ان میں سے صرف دوسری مثال ذکر کرتے ہیں۔کیونکہ وہ ناظرین کے لئے سہل الفہم ہے اور بعض ایسے بدبخت اس کے قائل ہوئے ہیں۔جو اپنے کو مسلمان کہتے اور سمجھتے تھے اور کعبہ کو قبلہ بھی مانتے تھے۔

امام غزالی کے الفاظ میں مثال یہ ہے کہ:''وكذالك من نسب عائشة الى الفاحشة وقد نزل القرآن ببراء تها فهو كافر لان هذا وامثاله لا يمكن الابتكذيب الرسول اوانكارا التواتر ۔ ص ۱۹۶'' ﴿اور ایسے ہی اس بدبخت شخص کی تکفیر واجب ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف فاحشہ (بدکاری) کی نسبت کرے۔(معاذ اللہ) حالانکہ قرآن مجید نے ان کی برأت کی ہے۔کیونکہ یہ اور اس طرح کی دوسری گمراہانہ باتیں رسول

اللہ ﷺ کی تکذیب یا تواتر کے انکار کے بغیر ممکن نہیں۔﴾

واضح رہے کہ امام غزالی نے یہ مثال اس کی دی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے مسئلہ میں جس کا تعلق اسلام کے بنیادی عقائد سے نہ ہو۔ بلکہ فروع سے ہو۔ ایسی بات کہے جس سے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہوتی ہو اور جو بات آپ ﷺ سے تواتر کے ساتھ یعنی اور قطعی طریقہ پر ثابت ہے۔ اس کا انکار ہوتا ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا۔ حضرت صدیقہ پر تہمت کا مسئلہ اسی کی مثال ہے۔

پھر منقولہ بالا عبارت کے چند سطر بعد ارقام فرماتے ہیں۔

''واما الاصول ثلاثة وكل مالم يحتمل التاويل فى نفسه وتواتر نقله ولم يتصوران يقوم برهان على خلافه فمخالفة تكذيب محض ومثاله ماذكرناه من حشر الاجساد والجنة والنار • التفرقه ص ۱۹۶ '' ﴿اور دین کے تینوں بنیادی عقائد ایمان باللہ ایمان بالرسول اور ایمان بالیوم الآخر اور ہر وہ دینی بات جس میں تاویل کا احتمال نہ ہو اور وہ رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو اور اس کے خلاف کسی برہان (قطعی دلیل) کا قائم ہونا متصور نہ ہو تو اس سے اختلاف کرنا تکذیب کے سوا کچھ نہیں اور اس کی مثالیں وہ ہیں جو ہم نے ذکر کیں یعنی حشر اجساد اور جنت و دوزخ۔﴾

پھر اس کے اگلے صفحہ پر بحث کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ولا بدمن لتنبيه على قائدة اخرى وهوان لمخالف قد يخالف نصا متواترا ويزعم انه مؤول ولكن ذكر تاويله لا انقداح له اصلا فى اللسان لا على بعد ولا على قرب فذلك كفر وصاحبه مكذب وان كان يزعم ان مؤول (التفرقه ص۱۹۷، ۱۹۸) '' ﴿اور ایک دوسرا قاعدہ کلیہ ہے۔ ناظرین کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص دین کی ایسی منصوص بات سے اختلاف کرتا ہے۔ جو تواتر سے ثابت ہے اور اس کا اپنا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ اس نص کا منکر نہیں ہے۔ بلکہ اس کی صرف تاویل کرتا ہے۔ مگر جو تاویل وہ پیش کرتا ہے۔ وہ لغت زبان کے لحاظ سے چلنے والی بالکل نہیں ہوتی۔ نہ بعید نہ قریب تو اس شخص کا یہ رویہ کفر ہے اور وہ آدمی دراصل مکذب (حضور ﷺ کو جھٹلانے والا) ہے۔ اگرچہ اس کا گمان اور خیال یہ ہے کہ میں منکر نہیں ہوں۔ بلکہ صرف تاویل کرنے والا ہوں۔

کیا امام غزالیؒ کی اسی کتاب التفرقہ کی اور اسی بحث تکفیر کی ان واضح عبارتوں کے بعد کسی کو یہ شبہ رہ سکتا ہے۔ کہ ان کی اس وصیت کا (جس کا فارقلیط صاحب نے التفرقہ ہی کے حوالہ سے نقل کیا ہے) یہ مطلب ہے کہ جو کوئی اپنے کو مسلمان کہے اور کلمہ پڑھے اور کعبہ کو قبلہ مانے پھر خواہ اس کے عقائد کچھ بھی ہوں اور دینی حقائق کی وہ کیسی ہی تاویل اور تحریف کرے۔ اس کی تکفیر نہ کی جائے ظاہر ہے کہ امام غزالیؒ کی التفرقہ کی مندرجہ بالا عباتیں دیکھنے کے بعد کوئی شخص ان پر یہ تہمت نہیں لگا سکتا۔ امام غزالیؒ تو دین کے مسلم عالم اور عارف ہیں۔ ایسی جاہلانہ بات تو ایسا کوئی بھی شخص نہیں کہہ سکتا۔ جو دین کی الف ب بھی نہ جانتا ہو۔

قرآن مجید میں یہ واقعہ صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کچھ ایسے لوگوں نے جو ایمان لا چکے تھے۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز بھی پڑھتے تھے۔ کوئی کافرانہ بات کہی جس کی اطلاع حضور ﷺ کو ہوگئی۔ جب ان سے پوچھ گچھ کی گئی تو انہوں نے یہ تاویل اور معذرت کی کہ ہم نے یہ بات دل سے اور سنجیدگی سے نہیں کہی تھی۔ ہنسی مذاق میں کہی تھی۔ ان کے بارے میں قرآن مجید میں حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ان بدبختوں سے صاف فرما دیجئے کہ حیلے بہانے مت کرو۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ ”قل لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم ۔ توبه ۶۶ “ اور اسی سورۂ توبہ میں بعض ایسے لوگوں کے بارے میں جو حضور ﷺ کے زمانے میں اسلام قبول کر چکے تھے۔ مسلمانوں میں شامل تھے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز بھی پڑھتے تھے۔ بیان فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے کوئی کافرانہ بات کہی اور اس بناء پر دائرہ اسلام سے خارج اور کافر قرار پائے۔ ”لقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد اسلامهم (توبه:۷۴)“

قرآن مجید کی یہ آیتیں ناطق ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے کو مسلمان کہے، کلمہ پڑھے، کعبہ کو قبلہ مانے، اس کے ساتھ کوئی کافرانہ بات کرے یا کافرانہ عقیدہ کا اظہار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ یہی امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ ہاں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ جو شخص اپنے کو مسلمان کہے اور کلمہ گو ہو ہم اسے مسلمان مانیں گے۔ جب تک کہ اس کی کوئی کافرانہ بات یا کافرانہ عقیدہ علم میں نہ آئے۔

اس کے بعد گذارش ہے کہ علماء کی طرف سے قادیانیوں کی تکفیر کی سب سے بڑی بنیاد یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ایسے صاف صریح الفاظ میں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں

نبوت کا دعویٰ کیا ہے ور جو لوگ اس دعوے کی فضول تاویلیں کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے فرزند اور خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے خود مرزا قادیانی کی عبارتیں پیش کر کے ان سب کی جڑ کاٹ دی ہے اور نا قابل تردید طریقہ پر ثابت کر دیا ہے کہ مرزا قادیانی اسی معنی میں نبوت و رسالت کے مدعی ہیں۔ جو شریعت میں اس کے معروف معنی ہیں۔ اور وہ ویسے ہی نبی ہیں۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگلے انبیاء علیہم السلام تھے اور ان کے نہ ماننے والے اسی طرح کافر اور لعنتی ہیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ اور انبیاء سابقین کے نہ ماننے والے کافر اور لعنتی ہیں۔ مرزا قادیانی اور مرزا محمود قادیانی کی اس سلسلہ کی عبارتیں راقم سطور کے اس مضمون میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ جو قادیانی مسلمان کیوں نہیں؟۔ کے عنوان سے ایک مہینہ پہلے الفرقان کے اکتوبر کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ اسی لئے یہاں ہم نے ان عبارتوں کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی[1]۔

بہر حال مرزا قادیانی اور ان کی امت کی تکفیر کی اوّل بنیاد یہ ہے کہ وہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ مدعیان نبوت کی طرح نبوت و رسالت کے مدعی ہیں اور ختم نبوت سے متعلق قرآن وحدیث کے متواتر اور قطعی نصوص کی ایسی مہمل تاویلیں کرتے ہیں۔ جو حقیقتاً تکذیب اور تحریف ہیں۔ اس لئے شریعت اور علماء شریعت کی نگاہ میں ان کا مقام وہی ہے جو مسیلمۂ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اور ان کے امتیوں کا قرار پایا تھا۔

نزول مسیح کا مسئلہ

فارقلیط صاحب کے زیر بحث مضمون میں نزول مسیح کے مسئلہ پر بھی ایک نئے انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے۔ کیونکہ اگر آخری زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوا اور وہ اللہ کے نبی ہیں۔ تو خاتم النبیین اور آخری نبی حضور ﷺ نہیں ہوئے۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

دوسری بات! اس سلسلہ میں یہ کہی گئی ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ غیر قرآنی ہے۔ قرآن مجید میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین بتلا کر قرآن نے اس عقیدہ کو رد کر دیا ہے۔

---

[1] یہ مضمون اس مجموعہ میں شامل ہے۔ ناظرین کرام گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

تیسری بات! یہ کہی گئی ہے کہ حدیث کی موجودہ کتابوں میں امام مالکؒ کی ''موطا'' سب سے پہلی کتاب ہے۔ جو صحیح بخاری وغیرہ سے بھی مقدم ہے۔ اس میں کوئی حدیث نزول مسیح کی نہیں ہے۔ لہٰذا وہ سب حدیثیں جن میں آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بیان کا گیا ہے۔ ناقابل اعتبار ہیں اور سمجھنا چاہئے کہ عیسائیوں نے محدثین کو دھوکہ دے کر یہ حدیثیں ان کی کتابوں میں درج کرادی ہیں۔

چونکہ ہمارا یہ مضمون اختصار کی کوشش کے باوجود بہت طویل ہوگیا۔ اس لئے نزول المسیح سے متعلق اس آخری بحث میں ہم صرف ضروری اشارات کریں گے۔ امید ہے کہ ناظرین کی تشفی کے لئے انشاء اللہ وہی کافی ہوں گے۔ جو تین باتیں اس سلسلہ میں مضمون میں کہی گئی ہیں۔ ہم ان پر ترتیب وار گفتگو کرتے ہیں۔

۱...... یہ بات کہ نزول مسیح کا عقیدہ حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے۔ وہی شخص کہے گا جو عربی زبان اور محاروات سے بالکل ناواقف ہو۔ عربی لغت اور محاورے کے لحاظ سے خاتم النبیین اور آخر النبیین اس کو کہا جائے گا۔ جس کو منصب نبوت پر سب سے آخر میں فائز کیا جائے اور اس کے بعد کسی کو یہ منصب نہ دیا جائے اور بلاشبہ یہ مقام سیدنا حضرت محمد ﷺ ہی کا ہے۔ آپ ﷺ کو نبوت سب نبیوں کے بعد دی گئی اور نبی بنائے جانے کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم کر دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دنیا میں دوبارہ آمد (جیسا کہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے) ہرگز حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ ان کو تو نبوت حضور ﷺ کی پیدائش سے بھی تقریباً پانچ سو برس پہلے دی گئی تھی۔ پس ان کا بحکم خداوندی حضور ﷺ کے بعد تک زندہ رہنا اور دوبارہ اس دنیا میں آنا اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے تابع ہو کر آنا۔ جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور امت محمدیہ کا عقیدہ ہے۔ ہرگز حضور ﷺ کے خاتم النبیین اور آخر النبیین ہونے کے منافی نہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ کسی شخص کی خاتم الاولاد یا آخر الاولاد عربی محاورے کے لحاظ سے اس کو کہا جائے گا۔ جو اپنے سب بہن بھائیوں کے بعد اور آخر میں پیدا ہو۔ اگرچہ اس سے پہلے پیدا ہونے والے اس کے بہن بھائی اس کے بعد تک زندہ رہیں۔ اس کی ایک واقعی مثال یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے چار صاحبزادے تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالغنیؒ۔ ان میں سب سے چھوٹے شاہ

عبدالغنیؒ تھے۔لیکن انتقال ان کا سب سے پہلے ہوااور شاہ عبدالعزیزؒ سب سے بڑے تھے۔مگر انتقال سب کے بعد میں ہوا۔تو شاہ ولی اللہ کی خاتم الاولاد اور آخر الاولاد شاہ عبدالغنیؒ ہی کو کہا جائے گا۔اگر چہ شاہ عبدالعزیزؒ ان کے بہت بعد تک زندہ رہے۔ یہ بات ہر وہ شخص جانتا ہے۔ جس کو عربی لغت ومحاورات سے کچھ بھی واقفیت ہے...... اور تفسیر کی کتابوں میں بھی خاتم النبیین کی تفسیر وتشریح میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا۔ لا نبیاء بعده نبی !ملاحظہ ہوتفسیر کشاف ،مدارک التنزیل ،روح المعانی وغیرہ،

(تفہیم سورۂ احزاب)

۲ ...... رہی یہ بات کہ نزول مسیح کا ذکر چونکہ قرآن مجید میں نہیں کیا گیا ہے۔اس لئے یہ عقیدہ غلط اور غیر قرآنی ہے تو اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ عرض کرنا ہے کہ کیا یہ دانشور صاحبان دین سے اتنے ناواقف ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ دین کی بہت سی ایسی اہم اور بنیادی باتیں ہیں۔جن کے بغیر اسلام اور اسلامی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور قرآن پاک میں ان کا کہیں ذکر نہیں ہے۔مثلاً سب جانتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز اسلام میں فرض ہے اور توحید ورسالت کی شہادت کے بعد وہ اسلام کا دوسرا رکن ہے۔لیکن قرآن مجید میں کہیں بھی صراحتاً پانچ وقت کی نماز کا ذکر نہیں ۔نہ قرآن میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس وقت کی نماز میں کتنی رکعتیں اور کتنے رکوع اور کتنے سجدے ہیں۔اسی طرح قرآن میں اس کا بھی ذکر نہیں کہ زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جائے۔ یہ سب باتیں حدیثوں سے اور امت کے اجماع اور عملی تواتر سے معلوم ہوئی ہیں۔تو کیاان سب دینی حقیقتوں کوغیر قرآنی کہہ کران کا انکار کردیا جائے گا؟۔

یہ گفتگو تو یہ فرض کر کے کی گئی ہے۔کہ قرآن مجید میں نزول مسیح کا ذکر نہیں ہے۔لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی متعدد آیتوں میں اس کی اطلاع دی گئی ہے۔لیکن یہ بحث ضمنی طور پر اور اختصار کے ساتھ نہیں کی جاسکتی۔ انشاءاللہ آئندہ دوسری صحبت میں اس پر مستقل گفتگو کی جائے گی۔اس وقت اس سلسلہ میں ہم صرف اتنا عرض کرنے پر اکتفاء کریں گے کہ ناظرین میں سے جو حضرات عربی داں ہوں وہ امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف عقیدۃ الاسلام کا مطالعہ کریں اور جو حضرات صرف اردو سے استفادہ کر سکتے ہوں وہ حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ کی شہادۃ القرآن دیکھیں ۔یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کوفہم سلیم کی نعمت سے

محروم نہیں کیا ہے، وہ ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ اطمینان حاصل کر لیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیسیوں ارشادات میں حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کی خبر اطلاع دی ہے۔ جو آپؐ سے تواتر کے ساتھ ثابت [1] ہے اور جو امت کا اجماعی عقیدہ رہا ہے۔ اس کی بنیاد قرآن مجید میں ہے۔

۳...... رہی یہ آخری بات کہ امام مالک کی مؤطا میں نزول مسیح کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ حدیث کی سیکڑوں کتابوں میں نزول مسیح سے متعلق جو کثیر التعداد حدیثیں ہیں۔ وہ سب نا قابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ اگر یہ حدیثیں صحیح ہوتیں تو امام مالک کو بھی پہنچی ہوتی اور ان کی مؤطا میں درج ہوتیں۔

فارقلیط صاحب کے ان دانشوروں کی آخری بات اس کی دلیل ہے کہ یہ بے چارے امام مالکؒ کی جس مؤطا کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ اس کی نوعیت سے یہ بالکل ناواقف ہیں۔ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ امام مالکؒ کو جتنی حدیثیں پہنچی تھیں وہ سب مؤطا میں درج ہیں اور جو حدیثیں مؤطا میں نہیں ہیں۔ وہ امام مالکؒ کو پہنچی ہی نہیں یا امام مالکؒ ان کو صحیح نہیں سمجھا لہٰذا وہ سب نا قابل اعتبار ہیں۔ حدیث کا فن تو بڑی چیز ہے۔ جو لوگ امام مالکؒ سے اور حدیث کی مؤطا جیسی متداول کتاب سے بھی اتنے نابلد اور ناواقف ہوں۔ حیرت ہے کہ وہ کیوں ان مباحث و مسائل میں دخل دینے کی جرأت کرتے ہیں۔ جس کسی نے مؤطا دیکھی ہے وہ جانتا ہے کہ وہ کتب فقہ کی طرح صرف اعمال سے متعلق احادیث وآثار اور صحابہ و تابعین کے فتاویٰ کا ایک مختصر مجموعہ ہے۔ چند حدیثیں اس میں اخلاق و آداب سے متعلق بھی ہیں۔ اس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ امام مالکؒ کا سارا علم حدیث اس میں آ گیا ہے اور جو حدیث اس میں نہیں ہے۔ وہ امام مالکؒ کو پہنچی ہی نہیں یا انہوں نے اس کو صحیح نہیں مانا۔ حدیث کے فن اس کی کتابوں کی نوعیت اور امام مالکؒ کے مقام سے انتہائی جہالت کی بات ہے۔

مؤطا کا حال یہ ہے کہ اس میں ایمانیات وعقائد کا باب ہی نہیں ہے۔ قیامت اور آخرت کے بارے میں جو حدیثیں رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں۔ مؤطا ان سے بھی بالکل خالی ہے۔ تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ امام مالکؒ ایمانیات یا قیامت و آخرت

---

[1] امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے عربی رسالہ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح میں رسول اللہ ﷺ کے ستر سے اوپر ارشادات جمع فرما دیئے ہیں۔ جن میں آپ نے مختلف عنوانات سے آخر زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کی اطلاع دی ہے۔

سے متعلق حدیثوں سے، ناواقف تھے یا یہ کہ انہوں نے ان تمام حدیثوں کو نا قابل اعتبار سمجھا۔ ایسی بات وہی شخص سوچ سکتا ہے جو اس موضوع سے بالکل جاہل ہو۔ دراصل مؤطا کا موضوع فقہ کی کتابوں کی طرح محدود ہے۔ ایمانیات اور عقائد وغیرہ اس کا موضوع ہی نہیں ہے۔

نزول مسیح کے مسئلہ سے متعلق فارقلیط صاحب کے مضمون میں جو تین اصولی باتیں لکھی گئی تھیں۔ ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ ان کی بنیاد عربی لغت ومحاورات اور علوم دین سے جہالت و ناواقفیت پر ہے۔ ان کے علاوہ جو اور ضمنی باتیں اسی مسئلہ سے متعلق مضمون میں ذکر کی گئی ہیں۔ خاص کر نزول مسیح سے متعلق حدیث نبوی کے پورے ذخیرہ کو مشکوک اور نا قابل اعتبار قرار دینے کے لئے جو جاہلانہ منطق استعمال کی گئی ہے۔ انشاء اللہ اس کا پورا محاسبہ دوسری صحبت میں آئندہ کیا جائے گا۔

فارقلیط صاحب کے ان دانشوروں کی اسی مسئلہ نزول مسیح کے سلسلہ کی ایک بات اور ذکر کر کے اس بحث کو ہم اس وقت ختم کرتے ہیں۔ ناظرین کو اس آخری بات سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ جہالت و ناواقفیت کی کس سرحد پر ہیں۔ صحیح بخاری کی حدیثوں کو نا قابل اعتبار قرار دینے کے سلسلہ میں اس مضمون میں لکھا ہے کہ: ”حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ نے حدیث کو رد کر کے قرآن کے اعلان کو تسلیم کیا اور فرمایا کہ بخاری کی حدیث میں جو راوی ہیں۔ اگر ان کے جھوٹے ہونے سے خدا کے مقدس نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام سچے ثابت ہوں تو راویوں کو جھوٹا قرار دینا ضروری ہے۔“

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان دانشوروں (یا بوجھ بجھکڑوں) کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ امام بخاری کے بعد کسی زمانہ میں ہوئے ہیں اور انہوں نے صحیح بخاری کی ایک حدیث کے راویوں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وفات کے قریباً آدھی صدی بعد پیدا ہوئے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور امام بخاریؒ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

آخر میں ہم پھر اپنی اس حیرت کا اظہار کرنے پر مجبور ہیں کہ فارقلیط صاحب نے علم و دانش سے ایسے خالی اور اتنے جاہل و بے خبر لوگوں کو دانشور کا معزز لقب دینا کیوں مناسب سمجھا اور ان کی بے سروپا باتوں کو کیوں اس قابل سمجھا کہ ان کو مرتب کر کے شائع کرنے کی ذمہ داری خود قبول فرمائی۔ ہمارے نزدیک تو فارقلیط صاحب نے اپنے ساتھ یہ بڑی زیادتی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تلافی کی توفیق دے۔ ویتوب اللہ علیٰ من تاب!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

مسئلہ نزول وحیات مسیح علیہ السلام

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

مسئلہ نزول مسیح وحیات مسیح

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

ماہنامہ شبستان دہلی میں فارقلیط صاحب کے نام سے جو مضمون قادیانیوں کی وکالت میں شائع ہوا تھا۔ جس کا جواب ناظرین کرام پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں اور جس کے بارہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ فارقلیط صاحب نے بعد میں اس سے اپنی برأت بھی ظاہر کر دی تھی۔ والحمدللہ علی ذالک! اس مضمون میں مسئلہ نزول مسیح وحیات مسیح پر بھی کلام کیا گیا تھا اور اس بارہ میں بڑے پرفریب طریقہ پر قادیانی نقطۂ نظر کی حمایت کی گئی تھی اس بحث کے بعض اہم نکات پر بھرپور تنقید تو اس جوابی مضمون میں کر دی گئی تھی۔ جو ناظرین ابھی پڑھ چکے ہیں۔ لیکن حضرت مولانا نعمانی نے اس مسئلہ پر بعد میں ایک مستقل مضمون بھی سپرد قلم فرمایا اور اس میں بھی اس کی پوری کوشش کی کہ جو کچھ لکھا جائے وہ دو اور دو چار کی طرح دل میں اتر جانے والا اور کم تعلیم یافتہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ سب کے لئے تشفی بخش ہو۔ اگلے صفحہ سے ناظرین کرام وہی مضمون ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں پہلے ایک تمہیدی حصہ ہے۔ جس میں بتلایا گیا ہے کہ قادیانی متکلمین اس مسئلہ کو کس مقصد سے اٹھاتے ہیں اور عقل وفلسفہ کے نام پر جو مغالطے وہ اس مسئلہ میں دیتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے۔ اس کے بعد واضح دلائل کی روشنی میں دکھلایا گیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ اور قرآن پاک پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کے لئے حیات مسیح اور نزول مسیح کے مسئلہ میں شک وشبہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے اور عہد نبوت سے اب تک اس مسئلہ پر امت محمدیہ کا اجماع رہا ہے۔

مسئلہ نزول مسیح اور قادیانیوں کی چال

جیسا کہ ہر واقف اور باخبر کو معلوم ہے۔ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان اصل اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر اس وقت تک امت مسلمہ کا یہ عقیدہ اور ایمان رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ لہٰذا آپؐ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے اور اسی طرح جو کوئی اس کو نبی مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ صدیق اکبرؓ کی خلافت سے لے کر اب تک کی ساری اسلامی حکومتوں کا عمل بھی اسی کے مطابق رہا۔ الغرض یہ امت کا اجماعی عقیدہ اور اسلامی حکومتوں کا مسلسل دستور العمل رہا ہے اور چونکہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کو اسی طرح کا

اور اسی معنی میں نبی ورسول بتایا ہے۔ جس طرح کے اور جس معنی میں اگلے پیغمبر نبی ورسول تھے اور اپنے نہ ماننے والوں کو اسی طرح کا کافر قرار دیا ہے۔ جس طرح اگلے پیغمبروں کے اور رسول اللہ ﷺ کے منکر کافر قرار دیئے گئے ہیں۔ اس لئے مسلمان مرزا قادیانی کو اور ان کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں ۱؎۔

پھر مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے مرزا قادیانی کی کتابوں کا گہرا اور وسیع مطالعہ کیا ہے ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ ختم نہ ہوا ہوتا تب بھی مرزا قادیانی ہرگز اس لائق نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نبی ورسول بنا کر بھیجتا۔ خود ان کی کتابیں شاہد ہیں کہ وہ سیرت وکریکٹر کے لحاظ سے ایک گھٹیا درجہ کے آدمی تھے۔ خالص دینی اور مذہبی بحثوں میں بھی بڑی جرأت اور بے باکی سے جھوٹ بولتے تھے۔ اسی طرح جھوٹی پیشین گوئیوں کے بارہ میں بڑے بے باک تھے۔ انہوں نے اپنی بعض پیشین گوئیوں کو اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پیشین گوئیوں کو بھی غلط ثابت کر کے ان کا کاذب اور مفتری ہونا ساری دنیا پر ظاہر کر دیا۔ ان پیشین گوئیوں میں سے خاص کر اپنی ایک رشتہ دار لڑکی محمدی بیگم کے ساتھ نکاح کی پیشین گوئی اور اس کا دوسری جگہ نکاح ہو جانے پر اس کے شوہر سلطان محمد کی معینہ مدت کے اندر موت کی پیشین گوئی اللہ تعالیٰ نے غلط ثابت کر کے مرزا قادیانی کو اس قدر رسواء اور ذلیل کیا کہ دنیا کی تاریخ میں الہام اور دینی ومذہبی پیشوائی کا کوئی مدعی اتنا ذلیل اور رسوا نہ ہوا ہوگا ۲؎۔

بہرحال ایک طرف مسلمانوں کا یہ موقف اور نقطہ نظر ہے اور اس کے بالمقابل دوسری طرف قادیانیوں کا یہ مؤقف ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو مسیح موعود اور صاحب وحی والہام مانتے ہیں اور ان کے ان دعوؤں کی تصدیق کر کے ان کی اطاعت اور پیروی کو نجات کی شرط

۱؎ یہ بحث پوری تفصیل سے اور فیصلہ کن دلائل کے ساتھ اس مختصر مجموعہ کے اس مقالہ میں کی جاچکی ہے۔ جس کا عنوان ہے ’’قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟۔‘‘

۲؎ اس کی کچھ تفصیل اور مثالیں اور دلائل معلوم کرنے کے لئے دیکھا جائے راقم سطور کا رسالہ ’’قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ‘‘ اور زیادہ تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہوں۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے رسائل ’’نشان آسمانی‘‘ وغیرہ اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم اور مولانا لال حسین اختر مرحوم وغیرہ علماء ومناظرین کے رسائل۔ (یہ سب احتساب قادیانیت میں شائع ہو چکے ہیں۔ مرتب!)

بتلاتے ہیں اور دنیا بھر کے ان مسلمانوں کو جو ان کو نہیں مانتے۔ کافر قرار دیتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھنے کو بھی نا جائز کہتے ہیں[1]۔ یہ ہے بنیادی اختلاف قادیانیوں اور مسلمانوں میں۔ جس کے سمجھنے کے لئے اور اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے کہ اس اختلاف میں کون فریق حق پر ہے اور کون باطل پر۔ نہ بڑے علم کی ضرورت ہے نہ بہت تیز عقل اور غیر معمولی ذہانت کی۔

قادیانیوں کی چال

لیکن قادیانیوں کی یہ پرانی چال اور ترکیب ہے کہ وہ اس اصل اور بنیادی اور عام فہم اختلاف سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے اور خود اس سے کترانے کے لئے حیات مسیح اور نزول مسیح کی بحث چھیڑتے ہیں۔ اس چال سے ایک خاص فائدہ وہ یہ بھی اٹھانا چاہتے ہیں کہ بے چارے عوام جو قرآن وحدیث کا براہ راست علم نہیں رکھتے۔ اس مسئلہ سے متعلق فریقین کی باتیں سن کر یا تحریریں پڑھ کر یہ اثر لے لیں کہ مسلمانوں اور قادیانیوں میں ایسا علمی قسم کا اختلاف ہے کہ دونوں طرف سے آیتیں اور حدیثیں پیش کی جاتی ہیں اور دینی کتابوں کے حوالے دیئے جاتے ہیں۔ ایک فریق ان آیتوں، حدیثوں اور کتابوں کی عبارتوں سے ایک مطلب نکالتا ہے اور دوسرا فریق دوسرا مطلب نکالتا ہے۔ اگر بے چارے عوام یہ اثر لے لیں تو ظاہر ہے کہ قادیانیوں کا مقصد حاصل ہو گیا اور اپنی اصل حقیقت کو عوام سے چھپانے میں وہ کامیاب ہو گئے۔ اس کے علاوہ حیات مسیح اور نزول مسیح کی اس بحث کو قادیانی اس صورت حال کی وجہ سے بھی اپنے لئے مفید سمجھتے ہیں کہ پوری دنیا میں مغربی اقوام کے سیاسی اور مادی تفوق کی وجہ سے اور خاص کر ہمارے اس برصغیر میں انیسویں صدی میں انگریزوں کی حکومت اور ان کے قائم کئے ہوئے نظام تعلیم کی وجہ سے (جس کا سلسلہ ہندوستان و پاکستان دونوں میں اب تک جاری ہے) قریباً ایک صدی سے یہ ذہنیت فروغ پاتی رہی ہے کہ جو بات ہماری عقل سے کچھ بھی بالاتر ہو اور اپنی ناقص عقل میں نہ آئے اس کا انکار کر دیا جائے۔ اس چیز نے دانشوری اور دانش مندی کا دعویٰ کرنے والے لاکھوں بدبختوں کو یورپ میں اور یورپ سے باہر بھی یہاں تک پہنچا دیا کہ انہوں نے خدا کا انکار کر دیا۔ کیونکہ خدا ان کی موٹی عقلوں میں نہیں آ سکا۔ اسی طرح مسلمان کہلانے والوں میں اچھی خاصی

---

[1] اس کے لئے ملاحظہ ہوں مرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند اور خلیفہ قادیان دوم مرزا بشیر الدین محمود کی تصنیفات "حقیقت النبوۃ، تشحیذ الاذہان" وغیرہ۔

تعداد میں وہ مغربیت زدہ ہیں۔ جو ملائکہ، جنات اور معجزات وغیرہ کا اسی لئے انکار یا ان کی ملحدانہ تاویلیں کرتے ہیں کہ ان کی ماؤف اور مسخ شدہ عقلیں ان کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر اٹھالیا جانا اور ان کی حیات اور آخری زمانہ میں ان کے نزول کا مسئلہ بھی اسی قسم کا ہے۔ بہرحال قادیانی حضرات اس مسئلہ کو اس وجہ سے بھی چھیڑتے ہیں کہ اس میں ان کو اس مغربیت زدہ طبقہ کے اپنے جال میں پھنس جانے کی خاص امید ہوتی ہے۔ جو خدا اور رسول اور قرآن وحدیث سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے یورپ کے ملحد عقل پرستوں سے روشنی حاصل کرنے کا عادی ہو چکا ہے اور اسی کو روشن خیالی اور دانشوری سمجھتا ہے۔

الغرض چونکہ قادیانیوں نے اس مسئلہ کو اپنی پناہ گاہ اور ان مغربیت زدہ دانشوروں کا شکار کرنے کے لئے اپنا جال بنالیا ہے۔ اس لئے اس وقت ہم اسی طبقہ کے ذہن کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ سے متعلق چند اصولی باتیں حوالہ قلم کرتے ہیں۔ امید ہے کہ جن کے قلوب پر گمراہی کی مہر نہیں لگ گئی ہے۔ ان کی تشفی اور اطمینان کے لئے انشاء اللہ یہی چند باتیں کافی ہوں گی۔ اس کے بعد ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ پر گفتگو کریں گے۔

۱۔ سب سے پہلی اور اہم بات جس کا اس مسئلہ پر غور کرتے وقت پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ یہ ہے کہ اس بحث واختلاف کا تعلق اس ذات سے ہے۔ جس کا وجود ہی نرالا اور عام سنت اللہ اور قانون فطرت سے بالکل الگ ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم قرآن مجید کا بیان ہے۔ (اور انجیل کا بیان بھی یہی ہے اور اسی کے مطابق ساری دنیا کے مسلمانوں اور عیسائیوں کا متفقہ عقیدہ ہے) کہ وہ اس طرح پیدا نہیں ہوئے۔ جس طرح ہماری اس دنیا میں انسان ایک مرد اور عورت کے باہم تعلق اور مباشرت کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں (اور جس طرح تمام اولوالعزم پیغمبر اور ان کے خاتم وسردار حضرت محمد ﷺ بھی پیدا ہوئے تھے) بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاص قدرت اور اس کے حکم سے اس کے فرشتہ جبرائیل (روح القدس) کے توسط سے اپنی ماں حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے بغیر اس کے کہ کسی مرد نے ان کو چھوا بھی ہو۔ معجزانہ طور پر پیدا کئے گئے۔ قرآن مجید نے سورہ آل عمران کی آیات نمبر۴۵، ۳۶ میں اور سورہ مریم کی آیات نمبر۱۹ تا ۲۳ میں ان کی معجزانہ پیدائش کا حال تفصیل سے بیان فرمایا ہے (اور قادیانیوں کو بھی اس سے انکار نہیں ہے)

ایسی ہی دوسری ایک عجیب بات قرآن کریم نے ان کے بارہ میں یہ بیان فرمائی ہے

کہ جب وہ اللہ کی قدرت اور اس کے حکم سے (بغیر کسی مرد کے ملاپ کے) معجزانہ طور پر کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور وہ ان کو اپنی گود میں لئے بستی میں آئیں اور قوم اور بستی کے لوگوں نے ان کے خلاف برے خیالات کا اظہار کیا اور ان پر بہتان لگایا۔ تو اسی نومولود بچہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے اللہ کے حکم سے اس وقت کلام کیا اور اپنے بارہ میں حضرت مریم کی پاکبازی کے بارے میں بیان دیا۔ (سورۂ مریم آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰)

پھر قرآن مجید ہی میں بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے حکم سے ان کے ہاتھوں پر انتہائی محیر العقول یہ معجزے ظاہر ہوئے کہ مٹی کے گوندے سے وہ پرندے کی سی شکل بناتے اور پھر اس پر پھونک مار دیتے تو وہ زندہ پرندہ کی طرح فضاء میں اڑ جاتا اور مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں پر ہاتھ پھیر دیتے یا دم کر دیتے تو وہ فوراً اچھے بھلے چنگے ہو جاتے۔ اندھوں کی آنکھیں روشن ہو جاتی اور کوڑھیوں کے جسم پر کوڑھ کا کوئی اثر اور داغ دھبہ نہ رہتا اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ مردوں کو زندہ کر کے دکھا دیتے۔ ان کے ان محیر العقول معجزوں کا بیان بھی قرآن مجید (سورۂ آل عمران اور سورۂ مائدہ) میں تفصیل اور وضاحت سے کیا گیا ہے اور قرآن پاک کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اس میں کسی اور پیغمبر کے ایسے معجزے ذکر نہیں کئے گئے۔

الغرض قرآن مجید اس کا شاہد اور انسانی تاریخ بھی اس کی گواہ ہے کہ انسانوں کی دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت بالکل نرالی اور ان کا وجود ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا معجزہ تھا۔ پس جب اسی شخصیت اور اسی ہستی کے بارہ میں اللہ کی کتاب قرآن مجید اور اس کے نبی و رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ یہ بتلائیں کہ ان کے دشمن یہودیوں نے ان کو قتل کرنے اور سولی دلانے کا جو شیطانی منصوبہ بنایا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی خاص قدرت سے ناکام کر دیا اور ان کو صحیح سالم آسمان پر اٹھا لیا۔ "وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه (النساء:۱۵۸)" اور وہ قیامت سے پہلے اللہ کے حکم سے پھر نازل ہوں گے اور یہیں وفات پائیں گے اور ان کی وفات سے پہلے اس وقت کے عام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے دین محمدی کی خدمت لے گا اور ان کا نازل ہونا قیامت کی ایک خاص علامت اور نشان ہوگا۔ "وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها (زخرف:۶۱)" "وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته (النساء:۱۵۹)" تو جو اہل ایمان قرآن پاک کے بیان کے مطابق (عام سنۃ اللہ اور قانون فطرت کے خلاف) ان کی معجزانہ پیدائش پر اور اسی طرح ان کے دوسرے محیر العقول معجزوں پر ایمان لا چکے ہیں۔ ان کو اس کے ماننے اور اس پر ایمان لانے میں کیا تردد ہو سکتا ہے؟۔

الغرض اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت اور ان کے وجود کی بالکل نرالی معجزانہ نوعیت کو پیش نظر رکھا جائے تو حیات مسیح اور نزول مسیح سے متعلق وہ وساوس وشبہات پیدا ہی نہ ہوسکیں گے۔ جو شیطان یا قادیانی صاحبان کی طرف سے دلوں سے ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۲...... اسی طرح کی ایک دوسری یہ بات بھی اس مسئلہ پر غور کرتے وقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (جس کی اطلاع قرآن مجید میں بالاجمال متواتر حدیثوں میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دی گئی ہے) اس وقت ہوگا جب کہ قیامت بالکل قریب ہوگی اور اس کی قریب ترین علامتوں کا ظہور شروع ہو چکا ہوگا۔ گویا قیامت کی صبح صادق ہو چکی ہوگی اور نظام عالم میں تبدیلی کا عمل شروع ہو چکا ہوگا اور لگاتار وہ حوادث اور خوارق رونما ہوں گے۔ جن کا آج تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ انہیں میں سے دجال کا ظہور اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ہوگا۔

پس عیسیٰ علیہ السلام کے نزول یا دجال کے ظہور کا اس بناء پر انکار کرنا کہ ان کی جو نوعیت اور تفصیل حدیثوں میں بیان کی گئی ہے وہ ہماری کوتاہ عقل میں نہیں آتی۔ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ قیامت اور جنت ودوزخ کا اس بناء پر انکار کر دیا جائے کہ ان کی جو تفصیلات خود قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ہماری عقلیں ان کو ہضم نہیں کرسکتیں۔

جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں ان کی اصل بیماری یہ ہے کہ وہ خدا کی معرفت سے محروم اور اس قدرت کی وسعت سے ناآشنا ہیں اور اپنے نہایت محدود تجربہ اور مشاہدہ اور اپنی ناقص اور خام عقلوں کو انہوں نے خدا کی وحی اور انبیاء علیہم السلام کی اطلاعات سے زیادہ قابل اعتماد سمجھا ہے اور ان کے نزدیک اس کا نام دانشوری ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی بر خود غلط دیہاتی جو اپنے کو عقل کل بھی سمجھتا ہو۔ آج کل کی کسی محیر العقول ایجاد یا کسی غیر معمولی انکشاف کا اس لئے انکار کرے کہ وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ یہ رویہ صرف ایمان ہی کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ عقل سلیم کے بھی خلاف ہے۔

۳...... اسی مسئلہ حیات مسیح ونزول مسیح کے سلسلے قادیانی صاحبان جو شبہات اور سوالات خاص کر جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دلوں میں پیدا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کو دو ہزار برس کے قریب ہو چکے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی آدمی اتنی مدت تک زندہ رہے اور اگر وہ زندہ ہیں اور آسمان پر ہیں تو وہاں ان کے کھانے پینے اور پیشاب یا پاخانہ کا کیا نظام اور انتظام ہے؟۔

اگرچہ یہ شبہ اور سوال نہایت ہی جاہلانہ اور عامیانہ ہے اور جس شخص کا خدا کی قدرت اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان ہو اور اس کو معلوم ہو کہ قرآن کریم نے اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے اور آخر زمانہ میں پھر نازل ہونے کی خبر دی ہے۔ اس کے دل میں یہ سوال پیدا ہی نہ ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ اس طرح کے وسوسے اور خیالات قادیانیوں کے شکار کے خاص آلات ہیں اور دین و مذہب سے ناواقف نوجوانوں کا وہ انہی کے ذریعہ شکار کرتے ہیں۔ اس لئے اختصار کے ساتھ اس بارہ میں بھی کچھ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سمجھنا کہ کوئی آدمی سو دو سو برس سے زیادہ زندہ نہیں رہتا اور نہیں رہ سکتا۔ ایک بچگانہ اور جاہلانہ خیال ہے۔ جس کی کوئی دلیل اور بنیاد نہیں۔ اس کے برخلاف قرآن مجید میں صاف صریح الفاظ میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ ایک ہزار سال کے قریب اس دنیا میں رہے۔ ''فلبث فیھم الف سنة الا خمسین عاماً (عنکبوت:۱۴)'' تو جس اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو لگ بھگ ایک ہزار سال تک اسی دنیا میں اور اسی عالم آب و گل میں زندہ رکھا۔ بلاشبہ اس میں یہ بھی قدرت ہے کہ وہ چاہے تو کسی بندہ کو دو چار ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ مدت تک زندہ رکھے۔ عقل و حکمت کی کوئی دلیل اس کے خلاف پیش نہیں کی جا سکتی۔

اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے ہماری اس دنیا میں نہیں رکھا۔ جس میں یہاں کے قدرتی قوانین چل رہے ہیں۔ (جو یہاں کے مناسب ہیں) بلکہ ان کو آسمان پر اٹھایا گیا اور وہاں کا نظام حیات یقیناً یہ نہیں ہے۔ جو ہماری اس دنیا کا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (جن پر مرزا قادیانی اور ان کے متبعین نے یہ تہمت لگائی ہے کہ وہ حیات مسیح اور نزول مسیح کے منکر اور قادیانیوں کی طرح وفات مسیح کے قائل ہیں) انہوں نے اپنی کتاب ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح'' میں (جو عیسائیوں کے رد میں لکھی گئی ہے) ایک جگہ گویا اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ ''حضرت مسیح علیہ السلام جب آسمان پر ہیں اور زندہ ہیں تو وہاں ان کے کھانے پینے اور پیشاب پاخانے کا کیا انتظام ہے؟ تحریر فرمایا ہے کہ:

''فلیست حالہ کحالة اھل لارض فیالاکل والشرب واللباس والنوم والغائط والبول ونحوذالك (الجواب الصحیح ج۲ ص۲۸۰)'' ٭ وہاں

آسمان پر کھانے پینے اور بول و براز وغیرہ کی ضروریات وحاجات کے معاملہ میں ان کا حال زمین والوں کا سانہیں ہے۔(وہاں وہ ان چیزوں سے بے نیاز ہیں)﴾

بلکہ اللہ تعالیٰ میں قدرت ہے کہ وہ اگر چاہے تو ہماری اسی دنیا میں کسی بندہ کو اس حال میں کردے کہ وہ سیکڑوں برس تک کھانے پینے سے بے نیاز رہے۔قرآن مجید میں اصحاب کہف کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے۔جو قرآن مجید کے بیان کے مطابق تین سو برس سے زیادہ بغیر کچھ کھائے پئے غار میں رہے۔"ولبثوا فی کھفھم ثلث مائة سنین واز دادو اتسعاً (الکھف:۲۵)"

اور شیخ عبدالوہاب شعرانی نے "الیواقیت والجواھر" میں اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر کیا کھاتے پیتے ہیں اور اگر وہاں کچھ نہیں کھاتے پیتے تو اتنی مدت تک بغیر کھائے پئے کیوں کر زندہ رہ سکتے ہیں؟۔

تحریر فرمایا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ:

"کھانا پینا دراصل ان لوگوں کے لئے ضروری ہے۔جو اس دنیا میں رہتے بستے ہیں۔ کیونکہ یہاں کی آب وہوا کے اثر سے بدن کے اجزاء برابر تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور غذا سے اس کا بدل فراہم ہوتا ہے۔ہماری اس دنیا اور ہماری اس زمین اور یہاں کی عام مخلوق کے لئے قدرت خداوندی نے یہی قانون رکھا ہے۔لیکن جس کو اللہ تعالیٰ اس زمین سے آسمان پر اٹھالے تو اس کو اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے اسی طرح بے نیاز کر دیتا ہے۔جس طرح فرشتے بے نیاز ہیں اور وہاں اللہ کی حمد وتسبیح بھی ان کی غذا ہو جاتی ہے۔جس سے ان کی زندگی اور قوت برابر قائم رہتی ہے۔"

(الیواقیت والجواہر ج۲ ص۱۴۶)

اس موقع پر شیخ عبدالوہاب شعرانی نے خلیفۃ الخراد نامی ایک بزرگ کا جو بلاد مشرق کے شہر ابہر کے رہنے والے تھے۔واقعہ بھی شیخ ابوالطاہر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو خود دیکھا ہے۔

"مکث لا یطعم طعاماً منذ ثلث وعشرین سنة وکان یعبد اللّٰه لیلاً ونھاراً من غیر ضعفٍ (الیواقیت والجواھر ج ۲ ص ۱۴۶)" ﴿وہ ۲۳ سال مسلسل اس حالت میں رہے کہ کھانا بالکل نہیں کھاتے تھے۔دن رات عبادت میں مصروف رہتے تھے اور ان پر کمزوری کا کوئی اثر نہیں تھا۔تو یا عبادت ہی ان کے لئے غذا کا کام کرتی تھی۔یہ بطور کرامت کے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ تھا۔﴾

اس کے بعد شیخ لکھتے ہیں کہ:

''فلا یبعد ان یکون قوت عیسیٰ علیہ السلام التسبیح والتھلیل (الیواقیت والجواھر ج ۲ ص ۱۴۶)'' ﴿ تو یہ بات کچھ بھی مستبعد نہیں ہے کہ آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام کی غذا تسبیح وتحلیل ہو۔ ﴾

ہم نے یہاں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ کی عبارتوں کا حوالہ اس لئے دینا مناسب سمجھا کہ خود مرزا قادیانی اور ان کے متبعین ان دونوں بزرگوں کی علمی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں اور دونوں بزرگوں نے جو کچھ فرمایا ہے۔ اس میں کسی ایسے شخص کو کوئی شک شبہ نہیں ہو سکتا جس کو اللہ نے وہ عقل سلیم عطاء فرمائی ہو جو اس کا خاص عطیہ ہے۔

اس مختصر مضمون کو مسئلہ نزول مسیح وحیات مسیح کی ایک تمہید سمجھنا چاہئے۔ قرآن وحدیث سے اس مسئلہ کے بارہ میں جو ہدایت ملی ہے اور جس کی روشنی میں عہد نبوی سے لے کر اس وقت تک امت محمدیہ کا اجماع رہا ہے۔ اس سے واقفیت کے لئے آئندہ صفحات کا مطالعہ فرمایا جائے۔

مسئلہ نزول مسیح علیہ السلام وحیات مسیح علیہ السلام

قرآن وحدیث کی روشنی میں

مسلمانوں کے عقیدہ نزول مسیح اور حیات مسیح کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک قرآن مجید کی بعض آیات اور دوسرے رسول اللہ ﷺ کی وہ کثیر التعداد احادیث جو مجموعی اور معنوی حیثیت سے یقیناً حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس تواتر کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی پچاسوں کتابوں میں مختلف سندوں اور مختلف عنوانات سے اتنے صحابہ کرامؓ سے نزول مسیح کی یہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ جن کے متعلق ان کی صحابیت سے قطع نظر کر کے بھی از روئے عقل وعادت یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے باہم کوئی سازش کر کے حضور ﷺ پر یہ بہتان باندھا ہوگا۔ یا حضور ﷺ کی بات سمجھنے میں ان سب سے غلطی ہوئی ہوگی۔ پھر اسی طرح ان صحابہ کرامؓ سے روایت کرنے والوں اور پھر ان سے روایت کرنے والوں کی تعداد ہر طبقہ اور ہر دور میں اتنی بڑھتی چلی گئی کہ خالص عقلی اور عادی طور پر ان کے متعلق بھی اس قسم کا کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بات کہ اس قسم کے تواتر سے کسی چیز کا یقینی اور قطعی علم حاصل ہو جاتا ہے اور اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ آپ اس مثال سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ آپ نے مثلاً لندن

نہیں دیکھا۔ پیرس نہیں دیکھا، نیویارک اور ماسکو نہیں دیکھا۔ بغداد اور قاہرہ بھی نہیں دیکھا۔ لیکن آپ کو قطعاً اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ سب شہر دنیا میں موجود ہیں۔ آپ غور کریں اور سوچیں کہ یہ یقین آپ کو کس وجہ سے اور کس دلیل سے حاصل ہوا؟ صرف اس وجہ سے کہ آپ نے ان شہروں کا مختلف لوگوں سے اتنا تذکرہ سنا ہے اور کتابوں اور اخباروں کا ذکر اس قدر پڑھا ہے کہ جس کے بعد آپ کے لئے کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ بس اسی کا نام تواتر ہے اور خاص علمی اصطلاح میں اس قسم کے تواتر کو تواتر قدر مشترک کہتے ہیں۔

تواتر کا ثبوت

بہر حال نزول مسیح کا مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح کے تواتر سے ثابت ہے۔ حدیث کی قریباً سب ہی کتابوں میں اس مسئلہ سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی جو حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ ان کو سامنے رکھنے کے بعد ہر سلیم العقل کو بالکل قطعی اور یقینی علم اس بات کا حاصل ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ اس دنیا میں آنے کی اطلاع اپنی امت کو ضرور دی تھی۔ حضرت استاذ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے اب سے قریباً پچاس سال پہلے اس مسئلے کے متعلق احادیث و روایات کو حدیث کی متفرق کتابوں سے چھانٹ کر اپنے ایک رسالہ ''التصريح بما تواتر في نزول المسيح[1] '' میں جمع کر دیا تھا۔ اس میں ستر سے اوپر مرفوع حدیثیں ہیں۔ جن میں سے قریباً ۴۰ وہ ہیں۔ جو سند کے لحاظ سے محدثین کے نزدیک صحیح یا حسن درجہ کی ہیں۔ حالانکہ تواتر اور حصول یقین کے لئے اس سے بہت کم تعداد کافی ہوتی ہے۔ بہر حال اس مسئلہ سے متعلق حدیثیں بلاشبہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور ماہرین حدیث و روایت نے اس تواتر کی تصریح بھی کی ہے۔ صحیح بخاری کے شارح اور مشہور مفسر قرآن حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''وقد تواترت الاحاديث عن رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عيسىٰ عليه السلام قبل يوم القيمة (تفسير ابن كثير ج۷ ص۲۱۷، زیر آیت وانه لعلم للساعة) '' ﴿احادیث متواترہ سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر امت کو دی تھی۔﴾

---

[1] یہ رسالہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ حلب سے بھی شائع ہوا تھا۔ اس کا عکس حال ہی میں مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے دوبارہ شائع کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا اقرار واعتراف

یہاں ناظرین کو یہ بتادینا بھی مناسب اور مفید ہوگا کہ خود مرزا قادیانی نے بھی اس کا اقرار واعتراف کیا ہے کہ نزول مسیح سے متعلق حدیثیں متواتر ہیں اور ان کو تواتر اول درجہ کا ہے۔ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں کہ:

''مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشین گوئی ایک اول درجہ کی پیشین گوئی ہے۔ جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشین گوئیاں لکھی گئی ہیں۔ کوئی پیشین گوئی اس کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔''

(ازالہ ص ۵۵۷ خزائن ج ۳ ص ۴۰۰)

یہاں اس حقیقت کا علم بھی ناظرین کے لئے موجب بصیرت ہوگا کہ مرزا قادیانی مسیحیت کے دعوے کے بعد بھی طویل مدت تک (دس بارہ سال تک) سب مسلمانوں کی طرح یہی یقین رکھتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ جیسا کہ حدیثوں میں بتلایا گیا ہے۔ وہ آخر زمانہ میں نازل ہوں گے اور کہتے تھے کہ الہامات میں مجھے جو مسیح کہا گیا ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ براہین احمدیہ جو ان کی ابتدائی دور کی تصنیفوں میں سے ہے۔ اس کے ایک حاشیہ میں انہوں نے لکھا تھا کہ:

''اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔''

(براہین احمدیہ ص ۴۹۸، ۴۹۹ خزائن ج ۱ ص ۵۹۳ حاشیہ)

اور مرزا قادیانی کے فرزند خلیفہ مرزا محمود نے حقیقت النبوۃ میں لکھا ہے کہ:

''حضرت مسیح موعود باوجود مسیح کا خطاب پانے کے دس سال تک یہی خیال کرتے رہے ہیں کہ مسیح آسمان پر زندہ ہے۔ حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ مسیح بنا چکا تھا۔ جیسا کہ براہین کے الہامات سے ثابت ہے۔'' (حقیقت النبوۃ ص ۱۴۲)

مرزا قادیانی اور مرزا محمود کی ان عبارتوں سے دو باتیں صاف طور پر معلوم ہوگئیں۔ ایک یہ کہ نزول مسیح کے متعلق احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوتی ہے۔ ان کا تواتر اول درجہ کا ہے اور دوسرے یہ کہ مرزا قادیانی نے بھی ان حدیثوں سے یہی سمجھا تھا کہ حضرت مسیح بن مریم (جو اسرائیلی سلسلہ کے آخری پیغمبر تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں بار بار کیا گیا ہے وہی) آخری زمانہ

میں آسمان سے نازل ہوں گے اورانہی حدیثوں کی بناء پران کواس عقیدہ پر ایسا یقین اوراطمینان تھا کہ (بقول ان کے) جب ان کے خدا نے الہام میں ان کو مسیح قرار دیا تو انہوں نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ میں مثیل ہوں اوراس کے بعد بھی دس سال تک یہی سمجھتے رہے اوراس عقیدے پر قائم رہے۔ جوانہوں نے حدیثوں سے سمجھا تھا اور جو پوری امت نے سمجھا اور جو سب مسلمانوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے۔

پھر مدت کے بعد ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا کہ میں ہی وہ مسیح بن مریم اور عیسیٰ بن مریم ہوں۔ جن کے نازل ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے اپنی کثیر التعداد حدیثوں میں امت کو خبر دی تھی۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل وفہم سے بالکل محروم نہیں کیا ہے وہ سوچیں کہ مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کتنا مہمل اور معقولیت سے کس قدر دور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات میں جہاں مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام اوران کے علاوہ جن پیغمبروں کا نام کے ساتھ ذکر کیا وہاں تو وہی پیغمبر مراد ہوں۔ جن کا ان ناموں سے قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے اور جوان ناموں سے معروف ہیں۔ لیکن نزول مسیح سے متعلق پچاسوں حدیثوں میں جہاں جہاں آپ ﷺ نے مسیح بن مریم اور عیسیٰ بن مریم کا ذکر کیا ہے اور آخرزمانہ میں ان کے نزول کی خبر دی ہے۔ اس سے آپ کی مراد وہ مسیح اور عیسیٰ نہ ہوں۔ جن کا ذکر اس نام سے قرآن مجید میں کیا گیا ہے اور جواس نام سے معروف ہیں۔ بلکہ ان سب حدیثوں میں مسیح بن مریم اور عیسیٰ بن مریم سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی جیسا ان کا کوئی مثیل ہو۔

''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' کیا اس سے زیادہ مہمل اور خلاف عقل کوئی بات کہی یا سوچی جاسکتی ہے؟۔ لیکن حیرت ہے کہ قادیانیوں میں مولوی محمد علی لاہوری اور خواجہ کمال الدین جیسے دانشوروں اور تعلیم یافتوں نے بھی اس کو قبول کرلیا اور نہ صرف قبول کرلیا بلکہ زور شور سے اس کی وکالت شروع کردی۔ بلاشبہ حق فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور'' اور ''ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد''

ہم نے عرض کیا تھا کہ عقیدۂ حیات مسیح ونزول مسیح کی بنیاد بعض آیات پر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ان کثیر التعداد احادیث پر جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور جن کو مجموعی طور پر سامنے رکھنے

کے بعد اس بات کا قطعی اور یقینی علم حاصل ہو جاتا کہ رسول اللہ ﷺ نے آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی تھی۔ احادیث کے بارے میں جو کچھ ہم نے یہاں عرض کیا امید ہے کہ انشاء اللہ وہ ناظرین کے لئے کافی ہوگا۔

نزول مسیح وحیات مسیح کا ثبوت قرآن مجید سے

قرآن مجید کے بارہ میں بھی ہم پہلے اسی طرح کی ایک اصولی بات عرض کرتے ہیں۔ ہر پڑھا لکھا آدمی اس بات سے واقف ہوگا کہ نزول قرآن کے وقت بھی عام عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا اور اب بھی یہی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے اور وہ زندہ ہیں اور آخر زمانہ میں اس دنیا میں پھر نازل ہوں گے اور مروجہ انجیلوں میں یہی لکھا ہے [1]۔

پس اگر یہ عقیدہ ایسا ہی گمراہانہ اور مشرکانہ ہوتا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی اور ان کے امتی کہتے ہیں [2] تو لازم تھا کہ قرآن مجید میں (جس کا خاص موضوع ہر قسم کے شرک کو ڈھانا ہے) اس عقیدہ کی بھی ایسی ہی صراحت اور وضاحت کے ساتھ تردید اور نفی کی جاتی ہے۔ جس طرح عیسائیوں کے دوسرے گمراہانہ اور مشرکانہ عقائد (مثلاً حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت وولدیت اور عقیدۂ تثلیث وغیرہ) کی گئی ہے۔ تاکہ قرآن پر ایمان لانے والی امت اس عقیدہ سے بھی اسی طرح محفوظ ہو جاتی جس طرح حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت وولدیت کے مشرکانہ عقائد سے محفوظ ہوگئی۔ لیکن ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں کہیں بھی اس عقیدہ کی ایسی تردید اور نفی نہیں فرمائی گئی۔ جس کی سب سے بڑی اور عام فہم دلیل یہ ہے کہ نزول قرآن کے زمانے سے لے کر اس وقت تک جمہور امت کا یہی عقیدہ رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں اور آخر زمانہ میں وہ پھر نازل ہوں گے۔ ہر دور کے مصنفین ومفسرین ومحدثین ومتکلمین اپنی کتابوں میں

---

[1] دیکھی جائے انجیل، لوقا، باب ۲۴، آیت ۵۱، مرقس باب ۱۶، آیت ۲۹، اعمال باب اول آیت ۹، ۱۰، ۱۱۔

[2] مرزا قادیانی نے (الاستفتاء ص ۳۹، ضمیمہ حقیقت الوحی، خزائن ج ۲۲ ص ۶۶۰) میں حیات مسیح کے عقیدہ کو شرک عظیم کہا ہے اور ان کے فرزند اور خلیفہ مرزا محمود نے حقیقت النبوۃ ص ۵۲ میں اس کو سخت شرک بتلایا ہے۔

سب یہی عقیدہ لکھتے رہے۔ حتیٰ کہ ہر صدی کے مجددین بھی (جن کا خاص کام ہی یہ ہوتا ہے کہ امت کے اعمال وعقائد میں داخل ہو جانے والی غلطیوں اور گمراہیوں کی اصلاح کریں اور حق وباطل کے درمیان لکیر کھینچیں) وہ سب بھی اپنے اپنے دور میں اسی عقیدہ کا اظہار کرتے رہے اور انتہاء یہ ہے کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی الہام اور مجددیت کا دعویٰ کرنے کے بعد اور اپنے ''خدا'' کی طرف سے مسیحیت کے منصب پر فائز ہونے کے دس بارہ برس بعد تک بھی اسی عقیدہ پر قائم رہے اور اسی کو اسلامی اور قرآنی عقیدہ سمجھتے رہے۔ کیا ہوش وحواس رکھتے ہوئے کوئی بھی آدمی یہ کہہ سکتا ہے یا اس کو باور کر سکتا ہے کہ قرآن مجید میں تو اس عقیدہ کی تردید اور نفی صاف صاف کی گئی تھی۔ لیکن امت کے ان سارے طبقوں میں سے کسی نے اس کو سمجھا ہی نہیں اور خود مرزا قادیانی بھی پچاس برس کی عمر تک ۱۸۹۱ء تک [۱] اس کو نہیں سمجھ سکے۔ بلکہ قرآنی آیتوں اور حدیثوں سے اس کے بالکل برعکس یہی سمجھتے رہے کہ حضرت مسیح آسمان پر اٹھا لئے گئے اور وہ زندہ ہیں اور حدیثوں کی پیشین گوئیوں کے مطابق وہی پھر آخر زمانہ میں نازل ہوں گے۔

یہ مسلم تاریخی حقائق اس بات کی آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہیں۔ کہ قرآن کریم کے تیس پاروں میں کہیں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے حیات مسیح اور نزول مسیح کے عقیدہ کی تردید اور نفی ہوتی ہو۔ اگر ایک لفظ بھی ایسا ہوتا تو ہرگز امت اس عقیدہ کو اس طرح نہ اپناتی۔ یہ ایسی موٹی اور عام فہم بات ہے۔ جس کو بڑے بڑے عالم دین کی طرح ایک ناتعلیم یافتہ آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قادیانی مصنفین ومتکلمین جن آیتوں کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے عقیدۂ حیات مسیح ونزول مسیح کی تردید ونفی ہوتی ہے۔ وہ ان کی صرف کج بحثی اور زبان درازی ہے۔ قرآن پاک کتاب ہدایت ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس کی زبان اور اس کا بیان بالکل واضح ہے۔ بلسان عربی مبین! وہ ہرگز ایسی چیستان نہیں ہے کہ اس کا مقصد ومطلب اس پر ایمان لانے والے اس کے سمجھنے پر عمریں صرف کر دینے والے لاکھوں علماء اور

---

[۱] جہاں تک ہمیں معلوم ہے کہ مرزا قادیانی نے حیات مسیح اور نزول مسیح علیہ السلام کا انکار اور اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ازالہ اوہام میں کیا ہے۔ جو ۱۸۹۱ء کی تصنیف ہے۔

مفسرین تیرہ سو برس تک نہیں سمجھ سکے اور خود مرزا قادیانی بھی اپنی مجددیت و مسیحیت کے باوجود پچاس سال کی عمر تک نہیں سمجھ سکے۔

حیرت ہے کہ ان قادیانی مصنفین و متکلمین کو (جن میں مولوی محمد علی لاہوری جیسے مدعیان علم و دانش بھی ہیں) اتنی بے تکی اور معقولیت سے اتنی دور بات کہنے کی جرأت کیسے ہوتی ہے۔ جس کو کوئی عقل والا اس وقت تک قبول نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ اپنے کو عقل و فہم سے خالی نہ کرے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید پر اس سے بڑی کوئی تہمت نہیں لگائی جاسکتی ہے کہ وہ ایسی زبان میں ہے کہ خود اس کے ماننے والے عربی زبان کے وہ لاکھوں ماہرین بھی جنہوں نے اپنی عمریں اس کے مطالعہ اور خدمت میں صرف کردیں تیرہ سو برس تک اس کا مطلب نہیں سمجھ سکے اور اس کی وجہ سے کسی معمولی غلطی میں نہیں بلکہ شرک عظیم میں مبتلا رہے۔ کیا اسلام اور قرآن مجید کی یہی وہ خدمت ہے۔ جس کا دعویٰ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی امت کے مصنفین اور متکلمین کرتے ہیں؟۔

اس کے بعد میں عرض کرتا ہوں کہ اگر بالفرض قرآن مجید میں کوئی آیت بھی ایسی نہ ہو جس سے عقیدۂ حیات مسیح اور نزول مسیح کی تائید ہوتی ہوتو صرف یہ بات کہ قرآن مجید نے عیسائیوں کے دوسرے گمراہانہ اور مشرکانہ عقیدوں (حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت وغیرہ) کی طرح اس کی تردید اور نفی نہیں کی۔ (حالانکہ یہ بھی ان عیسائیوں کا خاص عقیدہ تھا) اس بات کی روشن دلیل ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ اللہ کے نزدیک غلط اور گمراہانہ نہیں تھا۔ بلکہ ان کے بعض دوسرے عقیدوں کی طرح صحیح عقیدہ تھا۔ کیونکہ ایسے موقعہ پر تردید اور نفی نہ کرنا ایک طرح کی تصدیق اور توثیق ہوتی ہے۔ عقل و منطق اور قانون کا بھی یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ: ''السکوت فی معرض البیان بیان '' لیکن بات صرف اتنی ہی نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان کے عقیدے کے اس جزو کی اسی طرح تصدیق وتوثیق کی ہے۔ جس طرح ان کے اس عقیدے کی کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ کے کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور انہوں نے احیاء موتی وغیرہ کے معجزے دکھلائے۔ ہاں حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے ہی کے سلسلے میں عیسائیوں کے اس عقیدے کی قرآن پاک نے صراحت سے اور پورے زور سے تردید کی ہے کہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اور قرآن مجید نے ان کی عظیم ترین گمراہی کفارہ کے اس عقیدے کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ جس پر عیسائیوں کی ساری بداعمالیوں کی بنیاد ہے۔ اب ناظرین اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

جو شخص قرآن مجید سے بالکل جاہل نہیں ہے۔ وہ اتنی بات ضرور جانتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں عیسائیوں اور یہودیوں میں شدید اعتقادی اختلافات تھے۔ دونوں سخت افراط وتفریط میں مبتلا تھے۔ جس کی کچھ تفصیل یہ ہے۔

مسیح کے بارہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا اختلاف اور قرآن کا ناطق فیصلہ

یہود کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) وہ مریم کی ناجائز اولاد تھے۔ (وہ بدبخت، حضرت مریم علیہا السلام صدیقہ پر زنا کی تہمت لگاتے تھے) نیز کہتے تھے کہ وہ (یعنی مسیح بن مریم) نبوت ورسالت کے جھوٹے مدعی تھے اور کذاب ومفتری تھے اور عوام کو پھانسنے کے لئے معجزوں کے نام سے جو تماشے اور کرتب انہوں نے دکھائے۔ وہ ان کی جادوگری اور شعبدہ بازی کے کرشمے تھے اور ایسے آدمی کے لئے تورات اور اسرائیلی شریعت کا حکم یہ ہے کہ اس کو سولی پر لٹکا کے ختم کردیا جائے اور اس کی یہ موت لعنتی موت ہوگی۔ تو ہم نے تورات کے حکم کے مطابق ان کو سولی پر چڑھا کے ختم کردیا اور وہ (معاذ اللہ) لعنتی موت مرگئے۔

اس کے بالمقابل عیسائی ان کو مقدس ترین ہستی اور ''ابن اللہ'' اور ''ثالث ثلاثہ'' (یعنی خدا کا بیٹا اور خدائی کے تین شریکوں میں سے ایک) اور خود خدا کا روپ تک کہتے تھے۔ وہ ان کے ان معجزات پر بھی عقیدہ رکھتے تھے۔ جن کا ذکر انجیلوں میں اور ان کی روایات میں تھا۔ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح سولی کے واقعہ کے بعد آسمان پر اٹھالئے گئے۔ یعنی عیسائی یہ بات تسلیم کرتے اور مانتے تھے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کو سولی دلا کر قتل کرادیا۔ یعنی مرواڈالا[۱] اور اسی پر ان کے نہایت گمراہانہ عقیدہ کفارہ کی بنیاد ہے۔ لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ

---

[۱] شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ''الجواب الصحیح'' میں ذکر کیا ہے کہ عیسائیوں میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو مسیح علیہ السلام کے مصلوب ومقتول ہونے سے منکر تھے وہ کہتے تھے کہ ان کے دھوکے میں ایک اور شخص (یہودا) مصلوب ہوا، جس نے جاسوسی کی تھی۔ اللہ نے اس کی صورت بالکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنادی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح سلامت آسمان پر اٹھالیا۔ برنباس کی انجیل میں بھی یہی لکھا ہے۔ یہ مسلمانوں کے عقیدہ اور قرآن مجید کے بیان کے بالکل مطابق ہے۔ لیکن دنیا کے عام عیسائی مصلوبیت کے قائل ہیں اور مروجہ میں بھی یہی ہے اور اس پر ان کے عقیدہ کفارہ کی بنیاد ہے۔

بعد میں اللہ تعالیٰ نے مسیح کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لیا اور وہ آئندہ زمانہ میں پھر اس دنیا میں آئیں گے۔ (یہاں یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ کوئی فریق اور کوئی طبقہ اس کا قائل اور مدعی نہیں تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا طبعی موت سے انتقال ہوا۔)

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں دونوں فریقوں کا مذکورہ بالا عقیدہ اور موقف ان کی تاریخ میں موجودہ انجیلوں میں مذکور ہے اور اس کے زیادہ تر اجزاء قرآن مجید میں بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔ پس اس حالت میں کہ اگلے اہل کتاب کے ان دونوں گروہوں یہودیوں اور عیسائیوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں اتنے شدید اعتقادی اختلافات تھے اور وہ دونوں افراط وتفریط اور کفر وشرک کی گمراہیوں میں مبتلا تھے۔ ضروری تھا کہ قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہدایت ہے۔ ان اختلافات کے بارہ میں واضح فیصلہ دے۔ دونوں فریقوں کی گمراہیوں کو رد کر کے اصل حقیقت بتلائے اور حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تنزیل کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''وما انزلنا علیك الكتاب الا لتبين لهم الذي اختلفوا فيه وهدى ورحمة لقوم يؤمنون (نحل:۶۴)'' ﴿اور اے پیغمبر ہم نے تم پر یہ کتاب (قرآن) خاص اس واسطے نازل کی ہے کہ جن باتوں میں ان لوگوں کے درمیان اختلاف ہے تم اس کو صاف صاف بیان کردو اور ماننے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہو۔﴾

چنانچہ قرآن مجید نے حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کے ان اختلافات کے بارہ میں واضح فیصلہ دیا اور ہر فریق کی گمراہیوں کو رد کر کے جو حق تھا اس کا اعلان فرمادیا۔

عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح اسی طرح ابنیت وولدیت مسیح اور تثلیث کے نظریہ کی قرآن پاک نے شدت کے ساتھ تردید کی اور اس کو خالص کفر قرار دیا۔ (مائدہ:۷۲،۷۳)

اور سورۂ مریم کے آخر میں فرمایا کہ کسی کو خدا کا بیٹا اور اس کی اولاد قرار دینے کی بات اتنی خبیث وشدید ہے کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ لرز کر زمین بوس ہو جائیں۔ (آیت ۸۸،۸۹،۹۰)

اور سورہ زخرف میں فرمایا کہ مسیح کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ہمارے ایک بندہ ہیں۔ جن کو ہم نے خاص انعامات سے نوازا۔ (آیت ۵۹)

الغرض قرآن مجید نے بیسیوں مقامات پر یہ اعلان فرمایا کہ عیسائیوں کا مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور ابنیت وولدیت اور تثلیث کا عقیدہ سخت گمراہی اور رب ذوالجلال کی شان پاک میں شدید گستاخی اور صریح کفر ہے۔ مسیح بس اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور عیسائیوں کا یہ کہنا کہ خود مسیح نے ہم کو یہ تعلیم دی تھی۔ اس پاک اور معصوم پیغمبر پر افتراء اور وہ قیامت میں خدا کو گواہ بنا کر اس سے اپنی برأت ظاہر کردیں گے۔ (آخر سورۂ مائدہ)

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہودیوں کی گمراہی کو بھی قرآن پاک نے رد فرمایا۔ صراحت کے ساتھ اعلان فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم، اللہ کے سچے اور برگزیدہ رسول اور مقرب بندے ہیں۔ وہ کلمۃ اللہ ہیں۔ یعنی اللہ نے ان کو اپنی خاص قدرت اور حکم سے معجزانہ طور پر کنواری مریم کے بطن سے پیدا کیا۔ بغیر اس کے کہ کسی مرد نے ان کو چھوا ہو اور مریم اللہ کی برگزیدہ بندی اور صدیقہ تھیں۔ یہودی ان کے بارہ میں جو کہتے ہیں کہ وہ اس پاک بندی پر ان کا بہتان عظیم ہے اور اس کی وجہ سے وہ خدا کی لعنت اور عذاب کے مستحق ہیں۔ سورہ آل عمران سورۂ نساء، سورۂ مائدہ اور سورۂ مریم میں یہ سب مضامین بیان کیے گئے ہیں۔

مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ اٹھا لئے گئے

حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق یہودیوں کی گمراہیوں کے رد ہی کے سلسلے میں قرآن مجید نے ایک بات یہ بھی فرمائی کہ یہودیوں کا یہ عقیدہ اور دعویٰ بھی غلط اور موجب لعنت وعذاب ہے کہ ہم نے مسیح کو سولی دلا کر مار ڈالا۔ ''وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم'' آگے فرمایا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ: ''وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم''

یعنی مسیح کو نہ انہوں نے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا۔ بلکہ قدرت کی طرف سے ان کے لئے شبہ کی ایک صورت پیدا کر دی گئی۔ جس کی وجہ سے وہ ایسا خیال کرنے لگے [1]۔ پھر فرمایا کہ:

''ان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيماً (النساء:۱۵۷، ۱۵۸)'' (حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ یہودی اور عیسائی مسیح کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ مصلوب و مقتول ہو کر ختم ہو گئے یا پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

[1] واقعہ کیا ہوا اور کس طرح لوگوں کو ایسا خیال ہوگا؟۔ اس کی تفصیل عام تفسیروں میں مذکور ہے اور برنباس کی انجیل کا بیان بھی بالکل اس کے مطابق ہے۔

ان کے پاس اس واقعہ کے بارے میں صحیح علم نہیں ہے۔ صرف بے اصل اٹکلیں اور بے بنیاد قیاس آرائیاں ہیں۔ جن پر وہ چلتے ہیں۔ صحیح اور یقینی بات یہ ہے کہ انہوں نے ان کو قتل کیا ہی نہیں۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ پوری طاقت اور حکمت والا ہے۔ جس نے اپنی کامل قدرت اور حکمت سے یہ سب کچھ کیا۔﴾

بالکل واضح اور کھلی ہوئی بات ہے کہ ان آیتوں میں قرآن مجید نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مقتول و مصلوب ہونے کی (یعنی صلیب پر چڑھائے جانے اور مار ڈالے جانے کی) تو پوری وضاحت سے نفی کر دی۔ بلکہ ایک دوسری آیت ''واذ کففت بنی اسرائیل عنك (مائدہ: ۱۱۰) '' میں یہ بھی بتلا دیا کہ اللہ نے ان کو ایسا بچایا کہ ان کے دشمن یہودی ان کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکے تو ان آیتوں نے یہودیوں کے اس لعنتی دعوے اور عقیدے کی واضح تردید کر دی کہ ہم نے مسیح کو صلیب پر چڑھا کے ختم کر دیا اور مار ڈالا اور اس کے ساتھ عیسائیوں کے نہایت خطرناک اور دین کو برباد کر دینے والے عقیدہ کفارہ کو بھی جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیا۔ (کیونکہ اس کی بنیاد اسی عقیدے پر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور قتل و صلب کی اس نفی کے ساتھ قرآن مجید نے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رفع اٹھائے جانے) کا اثبات کیا اور ''بل'' کا کلمہ درمیان میں لاکر فرمایا کہ ''بل رفعه الله اليه '' یعنی ان پر قتل کا فعل قطعاً واقع نہیں ہوا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ آیت کے اس آخری لفظ سے صاف معلوم ہوا کہ عیسائیوں کے عقیدہ کا یہ جز صحیح ہے کہ مسیح اوپر اٹھالئے گئے۔

رفع کی قادیانی تاویل

قادیانیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس آیت میں رفعه الله اليه کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درجے بلند کر دیئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے روحانی رفع مراد ہے۔ لیکن جس شخص کو ذرا بھی عربیت سے واقفیت ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت میں رفع کے معنی ایسے ہونے چاہئیں جو قتل کی ضد ہوں۔ یعنی مقتول ہونے کے ساتھ جمع نہ ہو سکیں اور ظاہر ہے کہ کسی نبی کے رفع روحانی و رفع درجات میں اور دشمنوں کے ہاتھ سے ان کے مقتول ہونے میں قطعاً کوئی منافات اور تضاد نہیں ہے۔ بلکہ راہ خدا میں مظلومانہ قتل کئے جانے سے تو درجے اور زیادہ بلند ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے کہنے والے نے کہا کہ:

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا!
ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

قرآن مجید میں متعدد جگہ انبیاء علیہم السلام کے ناحق مقتول ہونے کا ذکر ہے۔

"وقتلهم الانبياء بغير حق (آل عمران:۱۸۱)" "يقتلون النبيين بغير الحق (بقرہ:۶۱)" وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے یہ سب پیغمبر جو ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اس شہادت کی وجہ سے ان کے درجے بلند ہی ہوئے۔ الغرض رفع روحانی اور رفع درجات ہرگز مقتول ہونے کے منافی نہیں ہے۔ ہاں جسم کے ساتھ صحیح وسالم اٹھا لیا جانا بے شک مقتول ہونے کے منافی ہے۔ اس لئے بل رفعه الله اليه کا مطلب یہی صحیح ہوگا کہ مسیح علیہ السلام کو ان کے دشمن قتل نہیں کر سکے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے صحیح وسلامت ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور طرف اٹھانے کا مطلب یہی ہوگا کہ آسمان پر اٹھا لیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگر چہ ہماری طرح کسی مکان کا مکین نہیں ہے۔ لیکن قرآن مجید کے بیان کے مطابق آسمان کو اس سے ایک خاص مکانی نسبت ضرور ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ: "ء امنتم من في السماء أن يخسف بكم الارض فاذاهي تمور ام ء امنتم من في السماء ان يرسل عليكم حاصباً (الملك:۱۶،۱۷)"

اور کئی جگہ فرمایا گیا ہے کہ: "ثم استوىٰ على العرش (اعراف:۵۴)"

یہ آیتیں اس کی صریح دلیل ہیں کہ آسمان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے ایک خاص مکانی نسبت ہے اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو مؤمنہ فرمایا۔ جس سے پوچھا گیا تھا کہ خدا کہاں ہے؟۔ تو اس نے جواب دیا تھا کہ: "في السماء" یعنی وہ آسمان میں ہے۔

(صحيح مسلم ج۱ ص۲۰۴، باب تحريم الكلام في الصلوة)

اس سلسلہ میں ایک دوسری قطعی فیصلہ کن بات یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر تفصیل سے بتلایا گیا کہ: عیسائی عام طور سے مسیح علیہ السلام کے اٹھا لئے جانے کا عقیدہ رکھتے تھے اور آج بھی انجیلوں میں صراحتاً یہ عقیدہ موجود ہے۔ پھر بعض مقامات پر آسمان پر اٹھائے جانے کے الفاظ ہیں اور بعض جگہ صرف اوپر اٹھائے جانے کا ذکر ہے اور انجیل کے عربی ترجموں میں ان موقعوں پر رفع ہی کا لفظ ہے۔ اب اگر یہ مانا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے عقیدہ کی طرح ان کے اٹھائے جانے کا عقیدہ بھی غلط اور مشرکانہ تھا تو قرآن مجید پر سخت الزام آئے گا کہ اس نے اس موقع پر اس عقیدہ کی نہ صرف یہ کہ تردید نہیں کی بلکہ یہ غضب کیا کہ بل رفعه الله اليه اور دوسری جگہ رافعك الیّ فرما کر عیسائیوں کے اس عقیدہ پر گویا مہر تصدیق

ثبت کر دی اور اتنا ہی نہیں کہ اس نے لفظ بھی وہی رفع کا بولا جو خود عیسائی اپنے اس عقیدہ کے اظہار کے لئے بولتے تھے اور جو انجیلوں میں اب تک بھی موجود ہے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک جمہور امت نے بھی قرآن پاک کے ان الفاظ سے یہی سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوپر اٹھائے گئے۔ پھر تو (معاذ اللہ) قرآن مجید نے خود ہی لوگوں کو گمراہ کیا، ساری امت کو ایک شدید غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔

الغرض یہ معمولی سی سمجھ رکھنے والا بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کے قتل و صلب کے عقیدہ کی طرح ان کے زندہ اٹھائے جانے کا عقیدہ بھی غلط اور گمراہانہ تھا تو پھر جس طرح وما قتلوہ وما صلبوہ فرما کر اور پھر وما قتلوہ یقیناً فرما کر عقیدۂ قتل و صلب کی پوری شدت اور صراحت سے تردید کی گئی ہے۔ اسی طرح عقیدۂ رفع کی بھی واضح تردید اس موقع پر کی جاتی۔ لیکن ہوا یہ کہ بجائے تردید کے صرف بل رفعہ اللہ الیہ اور دوسری جگہ ورافعک الی فرما کر قرآن کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع (یعنی اٹھایا جانا) بیان کیا۔ الغرض عیسائی عقیدے اور انجیلوں کی تصریحات کو سامنے رکھنے کے بعد اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ قرآن مجید نے ان کے عقیدہ کے اس جز کی یعنی مسیح علیہ السلام کے اٹھا لئے جانے کی تردید نہیں کی بلکہ اس کی واضح تصدیق کی ہے۔ جس طرح عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تصدیق کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے کنواری مریم کے بطن سے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے اور وہ کلمۃ اللہ ہیں اور جس طرح قرآن مجید نے حضرت مسیح کے احیاء موتی وغیرہ ان معجزات کی تصدیق کی ہے۔ جو انجیل میں بیان کئے گئے ہیں اور عیسائی جن کا دعویٰ کرتے اور عقیدہ رکھتے تھے۔

اگر کسی کے دل میں بیماری اور کجی نہ ہو اور قرآن مجید پر ایمان ہو تو ہماری اس گفتگو کے بعد اس کو اس میں شک وشبہ باقی نہیں رہے گا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنی خاص قدرت سے معجزانہ طور پر بن باپ کے پیدا کیا تھا اسی طرح ان کو دشمن یہودیوں کی گرفت سے اور قتل و صلب سے بالکل محفوظ رکھ کر معجزانہ طور پر ہی صحیح سلامت زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔

حضرت مسیح کی حیات اور نزول کا قرآن مجید سے واضح ترین ثبوت

پھر اس کے بعد والی آیت میں ایک خاص انداز میں ان کی حیات اور آخری زمانہ میں

ان کے نزول اور پھر اس دنیا میں ان کے وفات پانے کی اطلاع دی گئی ہے۔

ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ''وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً (النساء:۱۵۹)'' ﴿اور سب ہی اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ضرور بالضرور ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن وہ ان کے بارہ میں شہادت دیں گے۔﴾

سیاق وسباق کی روشنی میں آیت کا مطلب

جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ اوپر کی آیتوں میں یہودیوں کے اس باطل فرعونی دعوے کو کہ ہم نے مسیح بن مریم کو مار ڈالا اور سولی پر چڑھا دیا اور وہ (معاذ اللہ) لعنتی موت مر گیا۔ ''انا قتلنا المسيح عيسىٰ بن مريم'' کی یہ کہہ کر تردید کی گئی تھی کہ ان کا یہ دعویٰ قطعاً غلط اور باطل ہے۔ وہ مسیح بن مریم کو قتل نہیں کر سکے۔ نہ سولی پر چڑھا سکے۔ بلکہ وہ اس بارہ میں شبہ اور دھوکے میں پڑ گئے۔ (مسیح علیہ السلام کے دھوکے میں انہوں نے ایک دوسرے غدار اسرائیلی کو سولی پر لٹکا دیا۔ جو ان کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا) اور مسیح بن مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تدبیر اور قدرت سے صحیح سالم آسمان پر اٹھا لیا۔ ان کے دشمن یہودی ان کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکے۔ ''وما قتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم...... وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيما'' اور جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اسی بیان سے عیسائیوں کے انتہائی گمراہانہ عقیدہ کفارہ کی بھی تردید کر دی گئی تھی۔

اس کے بعد متصلاً یہ آیت ''وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيداً'' اس بحث اور مضمون کا آخری جز اور گویا مقطع کا بند ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مسیح بن مریم کے مقتول ومصلوب نہ ہونے اور صحیح سالم آسمان پر اٹھا لئے جانے کی بات جو آج وحی اور قرآن کے ذریعہ بیان کی جا رہی ہے۔ اس کی یہود ونصاریٰ کو بھی اس وقت مشاہدہ سے تصدیق ہو جائے گی۔ جس مسیح ابن مریم اس دنیا میں پھر بھیجے جائیں گے اور یہیں آنے کے بعد وفات پائیں گے اور جو اہل کتاب اس وقت زندہ اور باقی ہوں گے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات سے کچھ پہلے ان کی حیات ہی میں ان پر ایمان لے آئیں گے۔

یعنی یہودی جو ہمیشہ ان کے منکر اور دشمن رہے اور معاذ اللہ ان کو ولد الزنا تک کہتے

رہے وہ اپنے اس خبیث کفر سے توبہ کر کے ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان کو اللہ کا سچا نبی ورسول اور برگزیدہ بندہ مان لیں گے۔ اسی طرح نصاریٰ بھی جنہوں نے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا اور ثالث ثلاثہ بنایا تھا وہ بھی اپنے اس مشرکانہ عقیدہ سے توبہ کر کے ان کو اللہ کا مقرب بندہ اور نبی ورسول مان لیں گے اور یہ دونوں گروہ اس دین محمدی کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔ جس کے اس وقت حضرت مسیح مریم داعی ومنادی اور علمبردار ہوں گے۔

آگے فرمایا گیا ہے کہ: "ویوم القیمة یکون علیهم شهیداً" یعنی پھر قیامت کے دن حضرت مسیح ان ایمان لانے والے اہل کتاب کے بارے میں اللہ کے حضور میں شہادت دیں گے۔ (جس طرح سارے نبی ورسول اپنی اپنی امتوں کے بارے میں شہادت دیں گے۔)

الغرض یہ آیت حضرت مسیح بن مریم کے مقتول ومصلوب نہ ہونے اور صحیح سالم آسمان پر اٹھا لئے جانے سے متعلق اس مضمون کا تتمہ اور تکملہ ہے اور گویا اس پر آخری مہر ہے۔ جو اوپر کی آیتوں میں بیان فرمایا گیا ہے اور سیاق وسباق یعنی سلسلہ کلام اور اسلوب بیان اور نحوی قواعد کے لحاظ سے اس آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے۔ جس کی بنیاد اس پر ہے کہ آیت میں "بہ" اور "موته" کی ضمیریں مسیح علیہ السلام بن مریم کی طرف راجع ہیں۔ جن کا اوپر کی آیتوں میں بار بار ذکر آیا ہے۔ امام تفسیر ابن جریر (طبری نے ج۶ ص ۱۸ تا ۲۳ اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے ج۲ ص ۴۰۱ تا ۴۱۵) میں جو تفسیر کے پورے کتب خانہ میں امتیاز رکھتی ہیں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور اسی تفسیر کو روایت اور درایت سیاق وسباق اور عربیت کے لحاظ سے صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔

آیت کی تفسیر صحابہ کرام اور ائمہ تفسیر کے ارشادات سے

حضرت صحابہ کرامؓ سے بھی آیت کی یہی تفسیر صحیح سندوں کے ساتھ منقول ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے آیت کی یہ تفسیر صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بروایت کی گئی ہے کہ ان کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے قسم کھا کے ارشاد فرمایا کہ اس پاک ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یقیناً یہ ہونے والا ہے کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کے حکم سے حاکم عادل کی حیثیت سے (قیامت سے پہلے) نازل ہوں گے اور وہ یہ عظیم کارنامے انجام دیں گے اور اس زمانہ میں بڑی خیر وبرکت ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کر

کے فرماتے تھے کہ ''اقرأو اان شئتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته '' یعنی اگر تم حضرت مسیح علیہ السلام کے نازل ہونے کا بیان قرآن میں پڑھنا چاہو تو یہ آیت پڑھو۔ ''وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته '' جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں نے روایت کیا ہے [1] اور محدثین کی اصطلاح میں یہ متفق علیہ حدیث ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس آیت کا مطلب وہی سمجھا اور بیان کیا ہے۔ جو ہم نے اوپر لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مطلب انہوں نے رسول اللہ ﷺ ہی کی تلقین و تعلیم سے سمجھا ہوگا [2]۔ ان کے علاوہ حبر امت حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی آیت کا یہی مطلب سمجھا اور بیان کیا ہے۔ جیسا کہ ابن جریر نے پوری سند کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ابن جریر کی اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ: ''وبهذا جزم ابن عباسؓ فيما رواه ابن جرير من طريق سعيد جبير عنه باسناد صحيح (فتح الباری ج۶ ص۳۵۷، باب قول الله تعالى واذكر في الكتاب مريم) '' ﴿یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی اس آیت کا مطلب قطعیت کے ساتھ وہی بیان کیا ہے کہ جو حضرت ابوہریرہؓ کی مندرجہ بالا روایت سے معلوم ہوا۔ ابن جریر نے اس کو صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے اور تابعین میں حضرت بصریؒ اور بعض دیگر حضرات سے بھی آیت کی یہی تفسیر ابن جریر نے اپنی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔﴾

---

[1] (صحيح بخاری باب نزول عيسى بن مريم ج۱ ص۴۹۰ صحيح مسلم باب نزول عيسى بن مريم حاكما بشريعة نبينا، كتاب الايمان ج۱ ص۸۷)

[2] یہ گفتگو اس مفروضہ پر کی گئی ہے کہ روایت کے آخر میں بطور استشہاد اور سند کے آیت کا جو حوالہ ہے۔ اس کو حدیث نبوی کا جز نہ مانا جائے۔ بلکہ حضرت ابوہریرہؓ کا قول قرار دیا جائے۔ لیکن اگر اس کو حدیث مرفوع کا جز قرار دیا جائے۔ (جیسا کہ از روئے دلائل ہمارے نزدیک راجح ہے) تو پھر آیت کی یہ تفسیر خود آپ ﷺ سے ہوگی۔ تفصیلی بحث کے لئے مطالعہ کیا جائے۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کا رسالہ ''عقيدة الاسلام فی حياة عيسىٰ عليه السلام ص۱۳۵، طبع دیوبند''

امام ابن جریر نے اپنے اصول اور طریقہ کے مطابق اس آیت کی تفسیر میں بعض دوسرے اقوال بھی نقل کئے ہیں اور پھر روایت اور درایت کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ آیت کی صحیح اور راجح تفسیر وہی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ابھی اوپر نقل کی گئی ہے اور بہ اور موتہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف لوٹتی ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے ابن جریر کا یہ کلام اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے اور خود بھی نہایت محکم دلائل سے اس کی تائید کی ہے۔ (ابن جریر کا وہ کلام نقل کرنے کے بعد جس میں انہوں نے آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ''ثم قال ابن جریر واولیٰ هذه الاقوال بالصحة القول الاول وهو انه لا یبقیٰ احد من اهل الکتاب بعد نزول عیسی علیه السلام الا اٰمن به قبل موت عیسی علیه السلام ولا شك ان هذا الذی قاله ابن جریر هوا الصحیح لا نه المقصود من سیاق الآیة فی تقریر بطلان ما ادعته الیهود من قتل عیسی وصلبه وتسلیم من سلم لهم من النصاری الجهلة ذالك فاخبر الله انه لم یکن الامر کذالك وانما شبه لهم فقتلوا الشبة وهم لا یتبینون ذالك ثم انه رفعه الیه وانه باق حی وانه ینزل قبل یوم القیمة کما دلت علیه الاحادیث المتواترة التی سنوردها انشاء الله قریباً فاخبرت هذاه الکریمة انه یؤمن به جمیع اهل الکتاب حینئذٍ ولا یتخلف عن التصدیق به واحد منهم ولهذا قال وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ای قبل موت عیسی علیه السلام الذی زعم الیهود ومن وافقهم من النصاری انه قتل وصلب (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۰۲، ۴۰۳)''

حافظ ابن کثیر کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ابن جریر نے آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان سب اقوال میں زیادہ صحیح اور قابل ترجیح پہلا قول ہے اور وہ یہ کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو ان کے وفات پانے سے پہلے اس وقت کے سب ہی اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور آیت کی یہ تفسیر اس لئے قابل ترجیح اور زیادہ صحیح ہے کہ اوپر کی آیتوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں کے اس دعوے کی اور جاہل و گمراہ عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تردید کی گئی ہے کہ وہ قتل کئے گئے اور صلیب پر چڑھائے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اوپر کی آیتوں میں اس کو باطل قرار دیا ہے اور

یہ انکشاف فرمایا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ ان کے بجائے ایک اور آدمی قتل کیا گیا۔ جو ان کا ہم شکل بنادیا گیا تھا اور سولی پر لٹکا دیا گیا اور خود مسیح بن مریم کو اللہ تعالیٰ نے صحیح و سالم اٹھا لیا اور وہ زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے وہ نازل ہوں گے جیسا کہ ان حدیثوں سے بھی معلوم ہوا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ (آگے حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں) پس اس آیت کریمہ "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته" نے بتلایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے تو اس وقت سارے ہی اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ایک بھی ایسا باقی نہ رہے گا۔ جو ان پر ایمان نہ لائے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ "وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته" یعنی سارے اہل کتاب ان پر (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) ایمان لے آئیں گے۔ ان کی موت سے پہلے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے جن کے بارہ میں یہودیوں کا دعویٰ ہے اور ان سے اتفاق کرنے والے جاہل عیسائیوں کا بھی عقیدہ ہے کہ وہ مقتول و مصلوب ہو چکے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت کی تفسیر میں ہم نے یہاں مفسرین میں سے صرف امام ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیر دمشقی کا کلام نقل کیا ہے اور اس کو کافی سمجھا ہے۔ کیونکہ تفسیر میں ان دونوں حضرات کو اور ان کی کتابوں کو خاص امتیازی مقام حاصل ہے۔ جس کو ہر وہ شخص جانتا ہے۔ جو کتب تفسیر کے بارے میں کچھ واقفیت رکھتا ہے اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے آیت کی جس تفسیر کو ترجیح دی ہے وہ جیسا کہ معلوم ہو چکا حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے بھی صحیح اور معتمد سندوں کے ساتھ مروی ہے اور آیت کا سیاق و سباق بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ دوسرے جو اقوال اس آیت کی تفسیر میں نقل کئے گئے ہیں۔ (جن کو خود ابن جریر اور ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے) اگر ان میں سے کوئی قول لیا جائے تو آیت اپنے ماقبل و مابعد سے بالکل بے جوڑ سی ہو جاتی ہے اور اس میں خاص معنویت نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں بعض صورتوں میں ضمیروں کا مرجع وہ قرار دینا پڑتا ہے۔ جس کا قریب میں کہیں ذکر نہیں اور ضمیروں میں انتشار بھی لازم آتا ہے۔

بہر حال آیت کی تفسیر میں جو دوسرے اقوال ہیں وہ روایت و درایت اور سیاق و سباق اور قواعد عربیت کے لحاظ سے یقیناً ضعیف اور ان میں سے بعض تو بہت ہی بعید ہیں۔ حضرت الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری نے اسی مسئلہ سے متعلق اپنی بے نظیر تصنیف "عقيدة الاسلام فى حيلة عيسى عليه السلام ص ۱۳۵ تا ۱۴۵، طبع دیوبند" میں اس آیت کی تفسیر پر

تفصیلی اور محققانہ کلام کرنے کے بعد بالکل صحیح فرمایا ہے کہ اگر تفسیر کی کتابوں میں اس آیت سے متعلق دوسرا قول نقل نہ کیا گیا ہوتا تو قرآن فہمی کا ذوق رکھنے والے کسی شخص کا اس کی طرف ذہن بھی نہ جاتا۔

چونکہ اس وقت مسئلہ حیات مسیح ونزول مسیح صرف ان لوگوں کے اطمینان کے لئے ایک مختصر مقالہ لکھنا مقصود ہے۔ جن کو کچھ شبہات اور وساوس ہیں اور وہ مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے آیت کی تفسیر کے متعلق صرف اتنے ہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ ان کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا۔ ورنہ اس موضوع پر پچاسوں صفحے لکھے جاسکتے ہیں اور اس کی تائید میں تفسیر کی پچاس کتابوں کے حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔

ہاں اس مسئلہ اور اسی آیت کی تفسیر سے متعلق امت کے ایک مسلم محقق عالم ومصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے چند کلمات اس جگہ نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ''الـــقـــول الـصـحيـح لمن بدل دين المسيح'' عیسائیت اور عیسائیوں کے رد میں شیخ الاسلامؒ کی مشہور معرکۃ الآراء کتاب ہے جو چار جلدوں میں ہے۔ اس میں ضمنی طور پر ممدوح نے اس آیت کی تفسیر اور تشریح پر بھی حسب عادت مفصل اور مدلل کلام کیا۔ پورا کلام بہت طویل ہے۔ ہم اس کے صرف چند جملے یہاں نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

''ثـم قـال ۰ وان مـن اهل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته وهذا عندا كثرهـم العلماء معاناه قبل موت المسيح (الجواب الصحيح ج۲ ص۲۸۳) '' ﴿پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے!وان مـن اهـل الـكـتـاب الاليـؤمـنـن به قبل موته اور اکثر علماء کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سب اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔﴾

اس کے بعد شیخ الاسلام نے آیت کی تفسیر میں دوسرے بعض اقوال نقل کر کے دلائل سے ان کا غیر صحیح اور ضعیف ہونا ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد نتیجہ بحث کے طور پر فرماتے ہیں کہ:

''فـدل ذالك عـلـى ان جميع اهل الكتاب اليهود والنصارىٰ يؤمنون بـالـمسيح قبل مـوت الـمسيـح وذالك اذانـزل أمـنت اليهود والنصارىٰ بانه رسـول الله ليس كـاذبـاً كما يقول اليهودى ولا هو الله كما تقوله النصارىٰ (الـجـواب الصحيح ج۲ ص۲۸٤) '' ﴿پس اس بحث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مسیح علیہ السلام کے وفات پانے سے پہلے سارے اہل کتاب یہودی اور عیسائی ان (یعنی حضرت مسیح) پر ایمان

لے آئیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ اس دنیا میں نازل ہوں گے تو سارے یہودی اور عیسائی اس پر ایمان لے آئیں گے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ جھوٹے مدعی نبوت نہیں ہیں۔ جیسا کہ یہودی کہتے تھے اور خدا بھی نہیں ہیں۔ جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ تھا۔﴾

اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے دلائل سے اس پر روشنی ڈالی ہے کہ اس آیت میں ''اہل الکتاب'' سے مراد وہی اہل کتاب ہو سکتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کی وفات سے پہلے موجود ہوں گے وہ سب کے سب حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''وسبب ایمان اهل الكتاب به حينئذٍ ظاهر فانه يظهر لكل احد انه رسول مؤيد ليس بكذاب ولا هو رب العالمين فالله تعالىٰ ذكر ايمانهم به اذانزل الى الارض (الجواب الصحیح ج ۲ ص ۲۸۴)'' ﴿اور اس وقت ان اہل کتب کے ایمان لانے کا سبب بالکل ظاہر ہے کیونکہ ہر ایک کھلی آنکھ دیکھ لے گا کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اللہ کی تائید ان کے ساتھ ہے۔ نہ وہ جھوٹے مدعی نبوت ہیں اور نہ خود رب العالمین ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے نازل ہونے کے وقت اہل کتاب کے ان پر ایمان لانے کا ذکر کیا ہے۔﴾

پھر اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ شیخ الاسلام نے حضرت ابو ہریرہؓ کی وہ حدیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالہ سے پہلے ذکر کی جا چکی ہے اور اس مضمون اور سلسلہ کی بعض اور حدیثیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

''وهذا تفسير قوله تعالىٰ . وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته اى يؤمن بالمسيح قبل ان يموت حين نزوله الى الارض وحينئذٍ لا يبقىٰ يهودى ولا نصرانى ولا يبقىٰ دين الادين الاسلام (الجواب الصحیح ج ۲ ص ۳۲۵)'' ﴿اور ان حدیثوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانہ میں نازل ہونے کا جو بیان کیا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته'' کی تفسیر اور مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں جب مسیح علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کے وفات پانے سے پہلے تمام اہل کتب ان پر ایمان لے آئیں گے اور اس وقت کوئی یہودی اور کوئی عیسائی باقی نہیں رہے گا اور دینوں میں سے پس دین اسلام باقی رہ جائے گا۔﴾

شیخ الاسلام کی ان عبارتوں میں بار بار یہ بات دھرائی گئی ہے کہ صحیح حدیثوں کے بیان

کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے اور یہاں آنے کے بعد یہیں وفات پائیں گے اور ان کے وفات پانے سے پہلے سارے اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور یہ کہ شیخ الاسلام کے نزدیک قرآنی آیت "وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ" کی یہی صحیح تفسیر ہے۔

ہم نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی یہ عبارت اس لئے بھی یہاں نقل کردینا مناسب سمجھا کہ ان کی علمی عظمت اور قرآن وحدیث کے فہم میں ان کے امتیاز ومہارت اور اسلام کی تاریخ میں ان کی مجددیت کے وہ لوگ بھی عام طور سے قائل ہیں جو آج کل "دانشور" کہلاتے ہیں اور خود مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کو اپنے وقت کا "امام" اور مجدد لکھا ہے اور ان کے بارے میں یہ سفید جھوٹ بھی بولا ہے کہ وہ حیات مسیح کے منکر اور وفات کے قائل تھے۔

(کتاب البریہ ص ۲۰۳، خزائن ج ۱۳ ص ۲۲۱ حاشیہ، وسراج الخلافۃ ص ۹۷، خزائن ج ۸ ص ۳۱۲)

"الجواب الصحیح" کی ان عبارتوں کو پڑھ کر ہر شخص معلوم کرسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد اور ان کے متبعین اس قسم کی غلط بیانیوں میں کس قدر بے باک ہیں۔ یہاں ہم نے شیخ الاسلام کی صرف ایک کتاب "الجواب الصحیح" سے چند عبارتیں نقل کی ہیں۔ ان کی دوسری کتابوں سے بھی ایسی پچاسوں عبارتیں نکال کے پیش کی جاسکتی ہیں۔

اختصار کے ارادہ کے باوجود آیت کی تفسیر سے متعلق بحث کچھ طویل ہوگئی۔ اب ہم اس آیت کا وہ مختصر ایک سطری ترجمہ نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ جو بارھویں صدی کے مسلم مجدد اور ہندوستان کے مایہ ناز محقق وعارف حضرت شاہ ولی اللہؒ نے کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ نے سورۂ نساء کی اس آیت "وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ موتہ ویوم القیمۃ یکون علیھم شہیداً" کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

"ونباشد ھیچکس از اھل کتاب الا البتہ ایمان آورد بہ عیسیٰ علیہ السلام پیش از مردن عیسیٰ وروز قیامت باشد عیسیٰ گواہ برایشان (فتح الرحمن فارسی ترجمہ قرآن از شاہ ولی اللہ)"

اور اس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ: "اور اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ وہ یقیناً اور لازماً ایمان لائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن ان کے بارہ میں گواہی دیں گے۔"

شاہ صاحبؒ کے اس ترجمہ سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی آیت کی تفسیر اور اس کا

مطلب وہی ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے سمجھا اور بیان فرمایا اور جس کو ابن جریر طبری، ابن کثیر دمشقی اور امام ابن تیمیہؒ وغیرہ نے دلائل کی روشنی میں صحیح اور راجح قرار دیا ہے اور جس کی بناء پر یہ آیت حیات مسیح اور نزول مسیح کی واضح ترین دلیل ہے۔

ہم نے حضرت شاہؒ ولی اللہ کا یہ ترجمہ بھی اس لئے یہاں نقل کیا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی شخصیت بھی اس طبقہ میں مسلم ہے۔ جس کو آج کل دانشوروں کا طبقہ کہا جاتا ہے اور جن کے دل و دماغ ''نزول مسیح اور حیات مسیح'' جیسے مسائل وحقائق کے بارہ میں شیطانی شبہات اور قادیانی وساوس کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں اور خود قادیانی بھی حضرت شاہ صاحبؒ کو دین کے بارہ میں سند سمجھتے ہیں اور ان کو بارھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں۔

ایک اور آیت: سورۂ زخرف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی سلسلۂ کلام میں فرمایا گیا ہے کہ:

''وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها (زخرف:٦١)'' ﴿اور وہ عیسیٰ علیہ السلام نشانی ہیں۔ قیامت کی تم اس کے بارہ میں شک نہ کرو۔﴾

آیت کی تفسیر وتشریح: اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کو جو قیامت کی نشانی بتلایا گیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ آخری زمانہ میں قیامت سے پہلے ان کا نزول اس کی خاص نشانی اور علامت ہے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت حذیفہ بن اسید الغفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والی اس کی خاص اور اہم دس نشانیاں ہم لوگوں کو بتلائیں اور اس سلسلے میں آپ ﷺ نے دجال اور دابۃ الارض کے ظہور کا اور سورج کے مغرب کے سمت سے طلوع ہونے کا بھی ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ: ''ونزول عیسی بن مریم (صحیح مسلم ج۲ ص۳۹۳، فصل فی ظهور عشر آیات)'' یعنی عیسیٰ بن مریم کا نازل ہونا بھی قیامت کی خاص نشانیوں میں سے ہے۔

صحیح مسلم کی یہ حدیث اور دوسری تمام حدیثیں جن میں عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کو قیامت کی نشانیوں میں سے بتلایا گیا ہے۔ گویا اسی آیت کی تفسیر ہیں اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ آیت میں انہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جن کا اوپر سے سلسلۂ کلام میں ذکر ہو رہا ہے اور جن کی طرف پہلی آیتوں کی تمام ضمیریں راجع ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ نے بھی اس آیت کا مطلب یہی سمجھا اور بیان کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے مسند احمد کے حوالہ سے پوری سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا

ہے کہ انہوں نے "وانه لعلم للساعة" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"هو خروج عیسیٰ بن مریم علیه السلام قبل یوم القیمة[1] (تفسیر ابن کثیر ج۷ ص۲۱۷)" ﴿اس سے مراد قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہے۔﴾

اور درمنثور میں آیت کی یہی تفسیر کچھ اضافہ اور وضاحت کے ساتھ عبد بن حمید کی تخریج سے حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی روایت کی گئی ہے۔ (درمنثور ج۶ ص۲۰)

جن لوگوں نے تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اکثر آیتوں کی تفسیر میں کئی کئی قول نقل کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض صحیح اور بعض غیر صحیح اور بعید بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس آیت کی تفسیر میں ایک دو قول اور بھی تفسیر کی کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اپنے معمول کے مطابق وہ اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ اس کے بعد ان قوال کو غیر صحیح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"الصحیح انه عائد علیٰ عیسیٰ علیه السلام فان السیاق فی ذکره ثم المراد بذالك نزوله قبل یوم القیمة کما قال تبارك وتعالیٰ وان من اهل اکتاب الالیؤمنن به قبل موته ای قبل موت عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام (تفسیر ابن کثیر ج۷ ص۲۱۷)" ﴿آیت کی صحیح تفسیر یہی ہے کہ انه کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔ جن کا اوپر سے ذکر چلا آرہا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کی نشانی ہونے سے مراد یہ ہے قیامت سے پہلے ان کا نازل ہونا قیامت کی علامت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ: "عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے سارے اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔"﴾

حافظ ابن کثیر نے اس عبارت میں یہ بھی اشارہ دیا ہے کہ سورۂ زخرف کی یہ آیت "وانه لعلم للساعة" اور سورہ نساء کی آیت "وان من اهل الکتاب لا لیؤمنن به قبل موته" جس پر گفتگو کی جاچکی ہے۔ ان میں سے ہر آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے اور دونوں میں قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی ہے۔ اس کے بعد اس تفسیر کی مزید

---

[1] صحیح ابن حبان میں آیت کی ٹھیک یہی تفسیر بسند صحیح خود آنحضرت ﷺ سے مروی ہے۔ دیکھئے موارد الظمان الی زوائد ابن حبان ص۴۳۵ حدیث نمبر۱۷۵۸۔

(محمد یوسف لدھیانوی)

تائید میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ:

''ویؤید هذا المعنی القرأة الاخری وانه لعلم للساعة ای امارة ودلیل علی وقوع الساعة قال مجاهد وانه لعلم للساعة ای آیة للساعة خروج عیسی بن مریم علیه السلام قبل یوم القیمة وهکذا روی عن ابی هریرة وابن عباس وابی العالیه وابی مالك وعکرمة والحسن وقتادة والضحاك وغیرهم وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللهﷺ انه اخبر بنزول عیسی علیه السلام قبل یوم القیمة اماماً عادلاً وحکما مقطاً (تفسیر ابن کثیر ج ۷ ص ۲۱۷)'' ﴿آیت کی اس تفسیر اور اس مطلب کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس آیت میں ایک دوسری قرأت ہے۔'' وانه لعلم للساعة '' اور اس کا مطلب صرف یہی ہوسکتا ہے کہ وہ علامت اور دلیل ہیں قیامت کے واقع ہونے کی۔ مجاہد نے کہا کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ونزول قیامت کی ایک خاص نشانی ہے اور ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ اور ابو العالیہ اور ابو مالک اور عکرمہ اور حسن بصری اور قتادہ اور ضحاک اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ تفسیر سے بھی آیت کی یہی تفسیر روایت کی گئی ہے اور رسول اللہﷺ کی وہ حدیثیں جن میں آپﷺ نے امت کو اس کی اطلاع دی ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام ایک خلیفۂ عادل اور یا انصاف حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔﴾

اس آیت کی تفسیر وتشریح میں بھی ہم ابن کثیر ہی کا کلام نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ جامع اور مدلل ہے اور رسول اللہﷺ اور صحابہ کرام سے کسی آیت کی تفسیر معلوم ہو جانے کے بعد کسی مزید تائید کی ضرورت نہیں رہتی۔ ورنہ تفسیر کی قریباً سب ہی قابل استناء کتابوں میں اس آیت کی یہی تفسیر کی گئی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تصنیف ''الجواب الصحیح'' کے حوالہ سے ہم ان کی وہ عبارتیں ابھی اوپر نقل کر چکے ہیں۔ جن میں انہوں نے سورۂ نساء کی آیت'' وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته '' کی تفسیر کی ہے اور بتلایا ہے کہ اس آیت میں قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے اور ان کی وفات پانے سے پہلے اہل کتاب کے ان پر ایمان لانے کی خبر دی گئی ہے۔ اسی سلسلہ کلام میں انہوں نے کم از کم دو جگہ اپنی تائید میں سورۂ زخرف کی اس آیت'' وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها '' کا بھی اسی طرح ذکر کیا ہے کہ گویا یہ آیت ان کے نزدیک قیامت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کے بارے میں سورۂ

نساء والی آیت سے بھی زیادہ صریح ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"لکن المسلمون یقولون انه ینزل قبل یوم القیمة…… ویؤمن به اهل الکتاب الیهود والنصاریٰ کما قال تعالیٰ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته والقول الصحیح الذی علیه الجمهور قبل موت المسیح قال تعالیٰ وانه لعلم للساعة فلا تمترون بها (الجواب الصحیح ج۱ ص۳۲۹)" ﴿لیکن اہل اسلام اس کے قائل ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے نازل ہوں گے اور اس وقت کے سب اہل کتاب یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لے آئیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نساء میں) فرمایا ہے کہ: "وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته" اور اس کی تفسیر میں صحیح قول جو جمہور اہل اسلام کا مسلک ہے۔ یہ ہے کہ قبل موته کا مطلب قبل موت المسیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ (سورۂ زخرف میں) ارشاد فرمایا ہے کہ وہ مسیح بن مریم قیامت کی نشانی ہیں۔ پس تم اس میں شک نہ کرو۔﴾

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

"وهو ینزل الی الارض قبل یوم القیمة ویموت حینئذٍ اخبر بایمانهم به قبل موته کما قال تعالیٰ فی الآیة الاخریٰ ان هوا لاعبد آنعمنا علیه وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها (الجواب الصحیح ج۲ ص۲۸۴)" ﴿اور وہ مسیح علیہ السلام قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہوں گے اور یہاں آکر ہی وفات پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نساء والی آیت میں) خبر دی ہے کہ اہل کتاب ان کے وفات پانے سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں انہی کے بارہ میں فرمایا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے ایک بندے ہیں جن کو ہم نے اپنی خاص نعمتوں سے نوازا ہے اور وہ بلاشبہ نشانی ہیں۔ قیامت کی پس تم اس کے بارہ میں شک شبہ نہ کرو۔﴾

اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے سورۂ زخرف کی اس آیت "وانه لعلم للساعة" کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ: "عیسیٰ نشانی ہست قیامت را (فتح الرحمن)"

ہم پھر عرض کرتے ہیں کہ ہم نے دونوں آیتوں کی تفسیر تشریح میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی عبارتیں صرف اس لئے نقل کی ہیں کہ "دانشور" کہلائے جانے والے جو لوگ ہماری اس تحریر کے خاص مخاطب ہیں وہ ان دونوں بزرگوں کی صرف علمی عظمت ہی کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کو اپنے اپنے وقت کا مجدد اور اسلام کا "دانائے راز" جانتے ہیں۔ ورنہ اگر مسئلہ نزول مسیح و حیات مسیح کے بارہ میں علماء متقدمین و متاخرین کی تصانیف کے حوالے دینے کا ارادہ کیا

جائے تو سیکڑوں بلکہ ہزاروں حوالے دیئے جاسکتے ہیں اور اس مسئلہ پر تفصیل سے لکھنے والے علماء کرام یہ کام کرچکے ہیں۔

حاصل کلام اور اجماع امت کی آخری شہادت

ہم نے اس مسئلہ پر کلام شروع کرتے ہوئے کہا تھا کہ مسلمانوں کے عقیدۂ نزول مسیح اور حیات مسیح کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک قرآن مجید کی بعض آیات اور دوسری رسول اللہ ﷺ کی وہ کثیر التعداد احادیث جو مجموعی اور معنوی حیثیت سے یقیناً حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔

گذشتہ صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے یقین ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد کسی طالب حق اور انصاف پسند کو اس میں شبہ نہیں رہ سکتا کہ احادیث متواترہ نے اور قرآن مجید کی آیات نے اس حقیقت کا انکشاف اور اعلان کیا ہے اور امت کو اس عقیدہ کی تعلیم دی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ قتل کئے گئے نہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح سالم اٹھالیا اور وہ زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے وہ نازل ہوں گے اور یہاں ان کے وفات پانے سے پہلے وہ سب اہل کتاب جو اس وقت موجود ہوں گے ان پر ایمان لے آئیں گے۔

یہاں ہم اس پر اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ قرآن کریم اور احادیث متواترہ کے تعلیم کئے ہوئے اس عقیدہ پر امت کا اجماع بھی ہے اور اس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جس کی حدیث تفسیر سیر و تاریخ اور عقائد و کلام اور دیگر دینی علوم و فنون کی کتابوں پر نظر ہے اور امت کے علماء و مصنفین نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔

امام ابوالحسن اشعری کی کتاب الابانہ میں ہے کہ:

”واجمعت الامة علیٰ ان الله عزوجل رفع عیسیٰ الی السماء (کتاب الابانه ص۳۴، مطبوعه دار ابن حزم بیروت)“ ﴿امت محمدیہ کا رہبر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھالیا۔﴾

اور ابو حیان اندلسی نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں ابن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ:

”واجمعت الامة علی ماتضمنه الحدیث المتواتر من ان عیسیٰ فی السماء حی وانه ینزل فی آخر الزمان (البحر المحیط ج۲ ص۷۵۶، زیر آیت واذقال یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك)“ ﴿اور امت محمدیہ کا اسی حقیقت اور عقیدہ پر اجماع ہے جو احادیث تواتر سے ثابت ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں ہیں، زندہ اور وہ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔﴾

اکابر امت پر قادیانیوں کی تہمت۔

ہمیں معلوم ہے کہ خود مرزا قادیانی اور ان کے اہل قلم متبعین نے امت کے متعدد اکابر کے بارہ میں (جن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور شاہ ولی اللہؒ بھی شامل ہیں) یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حضرات نزول مسیح اور حیات مسیح کے منکر اور قادیانیوں کی طرح وفات مسیح کے قائل ہیں۔ راقم سطور پورے یقین اور بصیرت کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ یہ دعوے اس بات کی دلیل ہیں کہ مرزا غلام احمد اور ان کے امتی جھوٹ بولنے میں کتنے جری اور بے باک ہیں۔ اس مسئلہ سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے صاف صریح ارشادات ناظرین کرام پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ یہی حال ان سب بزرگوں کا ہے جن پر قادیانی یہ تہمت لگاتے ہیں کہ جن علماء کرام نے اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے اور مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ انہوں نے ان بزرگوں میں سے (جن کا قادیانی اس سلسلے میں نام لیتے ہیں) ایک ایک کے متعلق ثابت کیا اور دکھایا ہے کہ ان کا عقیدہ وہی ہے۔ جو جمہور امت کا ہے اور وہ سب نزول مسیح اور حیات مسیح کے قائل ہیں اور ان کے بارے میں قادیانیوں کا دعویٰ کذب وافتراء کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر ہمارے ناظرین میں سے کسی صاحب کو یہ بحث تفصیل سے دیکھنی ہو تو صرف ایک کتاب "ھدایۃ الممتری" (مصنفہ مولانا عبدالغنی صاحب پٹیالوی مرحوم) کا مطالعہ کافی ہوگا[۱]۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے مبارک عہد سے لے کر اس وقت تک امت کے تمام اکابر ائمہ اور علماء، محدثین، مفسرین، فقہاء، متکلمین اور صوفیائے ربانیین کا اس پر اجماع رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قرآن وحدیث کے بیان کے مطابق نہ قتل کئے گئے ہیں۔ نہ سولی پر چڑھائے گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت سے معجزانہ طور پر صحیح سالم اٹھالیا اور وہ اللہ کے حکم سے معجزانہ طور پر زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے اس دنیا میں پھر نازل کئے جائیں گے اور یہیں آکر وفات پائیں گے اور قرآن وحدیث کی بیان کی ہوئی کسی حقیقت پر جب اس طرح کا اجماع ہو تو پھر کسی صاحب ایمان کے لئے اس میں شک وشبہ کی اور کوئی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی۔ بلکہ اس میں تاویل بھی بدترین گمراہی اور قرآن پاک کی زبان میں الحاد ہے۔

(محمد منظور نعمانی)

---

[۱] یہ کتاب اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی جائزہ کے نام سے مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے حال ہی میں شائع کی ہے۔ اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ (محمد یوسف لدھیانوی)

(جسے اب احتساب میں شائع کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ہے۔ مرتب!)

وخاتم النبیین لا نبی بعدی

کفر و اسلام کے حدود

اور قادیانیت

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

تعارف

یہ کتابچہ دراصل دو مقالوں کا مجموعہ ہے۔ جن میں پوری تحقیق اور تنقیح کے ساتھ اسلام اور کفر کے حدود اور ان کا معیار واضح کر کے محکم استدلال کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد شرعی معنی میں نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کرے اور جو اس کے دعوے کو قبول کر کے اس کو نبی ورسول مانے۔ شریعت اسلام میں اس کو مسلمان ماننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ قادیانی لٹریچر کے بیسیوں ناقابل تاویل وتردید حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ قادیانی فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی کو شرعی معنی میں نبی ورسول مانتا ہے اور ان پر ایمان لانے کو نجات کی شرط قرار دیتا ہے اور ان کے دعوائے نبوت کی تکذیب کرنے والے دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کی طرح کافر کہتا ہے۔

کفر واسلام کے حدود اور قادیانیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه!

سب سے پہلے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جو دینی حقیقتیں اور دینی باتیں رسول اللہ ﷺ سے ہم تک پہنچی ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر وہ ہیں۔ جن کے بارے میں اگرچہ ہمیں اطمینان ہے کہ ان کا ثبوت اس درجہ کا ہے کہ ہمارے لئے ان کا ماننا اور اگر وہ عمل سے متعلق ہیں تو ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ لیکن پھر بھی ان کا ثبوت ہر قسم کے احتمال وتشکیک اور اشتباہ والتباس سے بالاتر ایسا یقینی اور قطعی اور بدیہی نہیں ہے کہ ہم ان کے نہ ماننے کو قطعیت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی بات کا نہ ماننا کہہ سکیں اور اس کو کفر وانکار قرار دے سکیں۔ دین اور شریعت کے زیادہ تر اجزاء وعناصر کا یہی حال ہے۔

لیکن کچھ دینی حقیقتیں اور دینی باتیں ایسی بھی یقیناً ہیں۔ جن کی حیثیت یہ ہے کہ مثلاً جس درجہ کے یقینی اور غیرمشکوک ذرائع اور جس قسم کے تواتر سے ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اللہ کے پیغمبر کی حیثیت سے ایک دین کی طرف اپنے زمانہ کے لوگوں کو بلایا تھا۔ اسی درجہ کی نقل وروایت اور اسی قسم کے تواتر سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپؐ نے اپنی دینی ہدایت اور دعوت کے سلسلہ میں یہ یہ چیزیں خاص طور سے فرمائی تھیں۔ مثلاً یہ بات کہ آپ نے ''لا الٰہ الا اللہ'' یعنی توحید کی دعوت دی تھی اور بت پرستی کو شرک قرار

دیا تھا اور مثلاً یہ بات کہ آپؐ نے قرآن پاک کو کتاب اللہ کی حیثیت سے پیش کیا تھا اور مثلاً یہ بات کہ آپؐ قیامت کا آنا بیان فرماتے تھے اور مثلاً یہ بات کہ آپ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کا حکم دیتے تھے۔ تو یہ اور ان جیسی بہت سی دینی حقیقتیں ہیں۔ جن کا ثبوت ہر قسم کے وہم و شک اور احتمال و تشکیک سے بالاتر اسی درجہ کے تواتر سے ہم تک پہنچا ہے۔ جس درجہ کے تواتر سے رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی دعوت پہنچی ہے اور ہر دور میں امت کے تمام طبقات میں ان کی ایسی ہی شہرت رہی ہے۔

الغرض رسول اللہ ﷺ سے ان دینی حقیقتوں کا ثبوت ایسا یقینی قطعی اور بدیہی ہے کہ ان کا نہ ماننا بلاشبہ پیغمبر خدا ﷺ کی بیان فرمودہ حقیقت کا نہ ماننا ہے۔

خاص علمی اور دینی اصطلاح میں دین کی ایسی حقیقتوں کو ضروریات دین کہتے ہیں۔

اس کے بعد ہمیں عرض کرنا ہے کہ جو شخص اسلام و کفر کے معنی وہی جانتا ہو جو کتاب و سنت سے اور امت کے متواتر تعامل سے علماء سلف و خلف نے اب تک سمجھے ہیں۔ اس کو غالباً اس بات سے اختلاف اور انکار نہ ہوگا کہ مومن و مسلم ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ان ضروریات دین میں سے کسی حقیقت کا منکر نہ ہو۔ اگر یہ بھی ضروری نہ ہو تو پھر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مومن و مسلم ہونے کے لئے سرے سے کسی حقیقت کا ماننا ضروری نہیں اور شاید اس سے زیادہ مہمل اور بے معنی بات دین کے بارہ میں اور نہیں کہی جا سکتی۔ ضروریات دین میں تاویل و تحریف، انکار و تکذیب کے ہم معنی ہے۔

اب یہیں ایک بات پر اور بھی غور کر لیا جائے ان ہی دینی حقیقتوں میں سے (جن کو ضروریات دین کہا جاتا ہے) کسی حقیقت کے بارہ میں ایک گمراہ شخص کہتا ہے کہ میں اس کو مانتا ہوں۔ لیکن وہ اس کے معنی بالکل نئے گھڑتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ میں ''لا الٰہ الا اللہ'' کو مانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ لیکن لوگوں نے جانا نہیں وہ میں خود ہوں۔ میں نے اب اس شکل و صورت میں ظہور کیا ہے۔ جس میں تم مجھے دیکھ رہے ہو اور قرآن میری نازل کردہ کتاب ہے اور محمد ﷺ میرے بھیجے ہوئے رسول تھے۔ (معاذ اللہ) یا فرض کیجئے کہ وہ اپنے بارہ میں یہ نہیں کہتا۔ بلکہ کسی مقبول ہستی کے بارہ میں یہ بات کہتا ہے کہ یعنی ''لا الٰہ الا اللہ'' کو مانتے ہوئے وہ اس کا مصداق اس مقبول ہستی کو بتلاتا ہے۔ (جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کے بارے میں غلو کرنے والے کچھ عقل باختوں کے متعلق نقل بھی کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کو مسلمانوں میں شمار کرتے تھے۔ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھتے

تھے اور اللہ کا ظہور یا مصداق حضرت علیؓ کو ٹھہراتے تھے) یا مثلاً فرض کیجئے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں کلمہ ''لا الہ الا الله محمد رسول الله '' کو مانتا ہوں۔ لیکن اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو عام مسلمان اب تک سمجھتے رہے۔ بلکہ اس کا مطلب (معاذ اللہ) یہ ہے کہ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا اور وہ اللہ خود محمد ﷺ ہیں جو رسول اللہ کے روپ میں آ گئے ہیں۔ یا مثلاً ایک شخص قیامت کے بارے میں کہتا ہے کہ میں قیامت کو مانتا ہوں۔ لیکن اس کی حقیقت وہ نہیں ہے۔ جو عام مسلمان سمجھے ہوئے ہیں اور خواہ مخواہ اس کے انتظار کی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب صرف ایک دور کا خاتمہ اور دوسرے دور کا آغاز ہے۔ جو ہو بھی چکا اور مسلمان جس توڑ پھوڑ والی قیامت کے منتظر ہیں۔ وہ کبھی آنے والی نہیں۔ یا مثلاً ایک گمراہ شخص کہتا ہے کہ میں قرآن کو خدا کی کتاب مانتا ہوں۔ لیکن اس بارہ میں میرا خیال ہے کہ دراصل تو یہ رسول اللہ ﷺ کی تالیف ہے اور خود ان کا کلام ہے۔ لیکن اس میں جو باتیں ہیں اور جن خیالات کو اس میں ظاہر کیا گیا ہے۔ چونکہ وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہیں۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ اللہ نے ہی ان کو رسول اللہ ﷺ کے دماغ میں پیدا کیا تھا۔ اس لئے قرآن مجید کو کتاب اللہ کہہ دیا جاتا ہے [1]۔

تو غور طلب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے گمراہوں کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ بے چارے مکذب اور منکر نہیں بلکہ مؤول ہیں اور اس لئے مسلمان ہی ہیں۔ یا یہ کہا جائے گا کہ یہ زندیق، تاویل اور تحریف کے ساتھ دینی حقیقتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور انہوں نے یہ روّیہ اختیار کر کے دین محمدی ﷺ سے اپنا رشتہ کاٹ لیا ہے؟۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ تاویل کے ساتھ ضروریات دین کا انکار کرنے والوں کو مومن و مسلم کہنے کی گنجائش جب ہی نکل سکتی ہے کہ پہلے اس بات کو مان لیا جائے کہ ان ضروریات دین کی بھی کوئی حقیقت متعین نہیں ہے۔ جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سرے سے خود اسلام ہی کی حقیقت متعین نہیں۔ کیونکہ ضروریات دین تو اس کے اوّل درجہ کے بینات ہیں۔

اسی لئے متقدمین اور متاخرین میں سے جنہوں نے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے وہ سب اس پر متفق ہیں۔ کہ ضروریات دین میں تاویل مآل اور حکم کے لحاظ سے تکذیب ہی ہے۔

---

[1] واضح رہے کہ وہ سب محض فرضی مثالیں نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں بعض باتیں وہ ہیں کہ جن کے کہنے والے پہلے کسی زمانہ میں گذرے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کے کہنے والے اب بھی موجود ہیں اور قرآن کریم کے متعلق یہ بات تو ابھی چند سال ہوئے نیاز فتح پوری صاحب نے کہی تھی۔

اور واضح رہے کہ یہ کوئی فرعی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ کفر و اسلام کی حقیقت اور اس کی حدود کا اصولی اور بنیادی مسئلہ ہے۔ متقدمین و متاخرین اہل حق میں سے ایک کا بھی نام نہیں بتایا جا سکتا۔ جس نے اس اصول سے اختلاف کیا ہو اور تاویل کے ساتھ ضروریات دین کے انکار کو کفر نہ قرار دیا ہو۔ ہاں کسی شخص یا گروہ پر اس اصول کے انطباق اور اطلاق میں واقفیت و عدم واقفیت کی بناء پر یا دوسرے وجوہ سے دو رائیں ہو سکتی ہیں اور کسی کی تکفیر کے بارے میں جہاں خود محققین و محتاطین اہل حق میں اختلاف ہوا ہے۔ وہ عموماً اطلاق اور انطباق ہی میں ہوا ہے۔ بہر حال تمام سلف و خلف اہل حق میں سے کسی ایک کو بھی اس اصول سے اختلاف نہیں ہے کہ ضروریات دین کا انکار اگرچہ تاویل کے ساتھ ہو۔ بہر حال وہ اسلام سے رشتہ کاٹ دیتا ہے۔

اس کے بعد عرض کرتا ہے کہ جو شخص دین کا کچھ بھی علم رکھتا ہے کہ وہ ضرور جانتا ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ یعنی ختم نبوت اور خاتم النبیین کے صرف الفاظ نہیں بلکہ یہ حقیقت کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور اب کوئی نیا نبی قیامت تک مبعوث نہیں ہوگا۔ ضروریات دین میں سے ہے یعنی ناقابل شک یقین پیدا کرنے والے تواتر کے جن ذرائع سے ہمیں، مثلاً یہ معلوم ہوا کہ آپ ؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے کو نبی کی حیثیت سے پیش کیا تھا اور قرآن کریم کو کتاب اللہ بتلایا تھا اور آپ ؐ توحید اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ ان ہی ذرائع سے اور بالکل ویسے ہی تواتر سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ ؐ نے اپنے بارے میں یہ بھی بتلایا تھا کہ سلسلۂ نبوت مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ میں خاتم النبیین ہوں اور اب میرے بعد کوئی نیا نبی اللہ کی طرف سے نہیں آئے گا۔ الغرض یہ عقیدہ اور یہ دینی حقیقت بھی دین کی خاص اصطلاح میں ضروریات دین میں سے ہے اور کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا انکار نہ کرے اور نہ اس کی ایسی کوئی تاویل اور توجیہ کرے۔ جس سے ختم نبوت کی مذکورۂ بالا حقیقت کا انکار اور ابطال ہوتا ہو۔

اب آخری کڑی اس بحث کی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں جس شخص نے پڑھی ہیں۔ اسے اس بات کا شبہ کرنے کی گنجائش نہیں کہ جن الفاظ و عبارات میں نبوت کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے اور اگلے پیغمبروں نے کیا ہے۔ مرزا قادیانی نے ان ہی الفاظ و عبارات میں اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جو لوگ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں وہ اگر ہٹ دھرم نہیں ہیں تو وہ سوچیں کہ نبوت کا دعویٰ کن لفظوں اور کن عبارتوں میں ہوتا ہے اور پھر وہ مرزا قادیانی کی اس سلسلہ کی عبارات کا مطالعہ کریں اور خیر جانے دیجئے مرزا قادیانی کے معاملہ کو کہ لاہوری پارٹی کے غیر منطقی وجود نے ان کے معاملہ کو (واقعۃً قابل اشتباہ نہ ہونے کے باوجود) بعض شکی لوگوں کے لئے

ہم مان سکتے ہیں کہ کسی درجہ میں اب مشتبہ کر دیا ہے۔ لیکن موجودہ قادیانی پارٹی کا معاملہ تو بالکل صاف ہے وہ تو کھلے بندوں مرزا قادیانی کے لئے حقیقی نبوت اور اس کے لوازم ثابت کرتے ہیں اور بغیر کسی لاگ لپیٹ کے کہتے ہیں کہ وہ اسی معنی کے اور اسی قسم کے حقیقی نبی تھے۔ جس معنی کے اور جیسے نبی پہلے آتے رہے اور اگلے نبیوں کے نہ ماننے والے جس طرح کافر ہیں اور نجات کے مستحق نہیں۔ اس طرح مرزا قادیانی کے نہ ماننے والے سارے مسلمان بھی کافر اور نجات سے محروم رہنے والے ہیں۔ جن لوگوں نے ان تحریروں کو پڑھا ہے۔ جو نبوت اور تکفیر کے مسئلہ پر لاہوری پارٹی کے جواب میں قادیانی پارٹی کے ذمہ داروں کی طرف سے کتابی صورت میں اور اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اس بارہ میں ان لوگوں نے کسی بڑے سے بڑے شکی اور تاویلی آدمی کے لئے بھی کسی شک وشبہ کی اور کسی تاویل کی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

الغرض قادیانیوں کا مسئلہ بالکل صاف اور واضح ہے۔ ان کی یہ بات قابل تعریف ہے کہ انہوں نے اپنے مسلک کے اخفاء میں نفاق سے کام نہیں لیا اور اپنے کو اتنا کھول کر پیش کر دیا کہ کسی کے لئے بھی ان کے بارے میں اشتباہ کی گنجائش نہیں رہی۔

اب اس کے بعد ان کو شرعی معنی میں مسلمان کہنے کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام میں تاویل کے ساتھ ضروریات دین کے انکار کی گنجائش سمجھی جائے۔ یہ وہ نہیں کہہ سکتا جس نے اس مسئلہ کے مالہ وماعلیہ پر غور کیا ہو اور جو ایسے اصولی اور بنیادی مسئلہ میں سلف وخلف امت کے خلاف رائے قائم کرنے کا اپنے کو حقدار نہ سمجھتا ہو اور دوسری صورت قادیانیوں کو مسلمان کہنے کی یہ ہے کہ ان کے ان کے کھلے دعووں کے باوجود کہ مرزا قادیانی کو ہم حقیقی معنی میں نبی مبعوث مانتے ہیں۔ کوئی شخص کہے جائے کہ میں تو یقین نہیں کرتا کہ آپ ان کو نبی مانتے ہیں۔ بلکہ میرا حسن ظن یہ ہے کہ آپ صوفیانہ انداز میں کوئی خاص مجاز استعمال فرما رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ آپ کا عقیدہ نہیں ہے۔ بلکہ شاعری فرما رہے ہیں۔ بہرحال اس عاجز کا خیال یہی ہے کہ جو حضرات موجودہ قادیانی پارٹی کو بھی مسلمان کہنے کی گنجائش سمجھتے ہیں۔ انہوں نے یا تو ضروریات دین میں تاویل کے مسئلہ پر غور نہیں فرمایا ہے۔ یا انہوں نے قادیانیوں کی اس سلسلہ کی چیزیں بالکل نہیں پڑھی ہیں۔

اس مقالہ میں بس اتنی ہی اصولی گفتگو کرنے کا ارادہ کیا گیا تھا۔ عرصہ سے ان ناچیز کا خیال ہے کہ قادیانیت اور قادیانیوں کی مذہبی حیثیت کے متعلق لکھنے لکھانے کی ضرورت اب بالکل باقی نہیں رہی ہے۔ پروفیسر الیاس برنی نے (اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں اپنے خاص کرم

سے نوازے) "قادیانی مذہب" لکھ کر قادیانی تحریک اور اس کے علمبرداروں کو سمجھنے کی کوشش کو آخری حد تک پہنچا دیا ہے اور پھر جس قدر اضافہ وہ اس میں مفید اور ضروری سمجھتے ہیں۔ برابر کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخری ایڈیشن معلوم ہوا ہے کہ بڑے سائز کے سوا سو صفحات تک پہنچ گیا ہے۔ گویا کتاب نہیں۔ بلکہ اپنے موضوع پر ایک پورا کتب خانہ ہے۔

اور اب سے قریباً ۲۰ سال پہلے بہاول پور کے تاریخی مقدمہ میں استاذ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ اور چند اور علماء نے جو بیانات دیئے تھے اور پھر فاضل جج نے قریباً ڈیڑھ سو صفحہ پر اس مقدمہ کا جو فیصلہ لکھا تھا ان دونوں چیزوں نے قادیانیوں کے ایمان وکفر کے مسئلہ کو علمی طور پر بالکل ختم کر دیا [1] ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کا کفر و ایمان کا تصور ہی جدا گانہ ہو تو پھر بات دوسری ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کا مقام اور قادیانیوں کا موقف

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

اللہ تعالیٰ نے جب سے انسان کو پیدا کیا اسی وقت سے اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے نبوت کا سلسلہ جاری فرمایا اور مختلف دوروں اور مختلف قوموں میں ان کی ضرورت کے مطابق انبیاء و رسل آتے رہے۔ (صلوات اللہ تعالیٰ علیہم وسلامہ)

تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ ہماری اس انسانی دنیا پر ہزاروں سال ایسے گزرے ہیں۔ جب کہ اس کی آبادی کے مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے بہت بے تعلق بلکہ بے خبر تھے اور ان کے احوال و مزاج اور ان کی عقلی و روحانی سطح اور استعداد میں بہت زیادہ فرق تھا۔ کیونکہ انسانوں کی آمد و رفت اور اسی طرح علوم و افکار کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کے جو ذرائع بعد میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے انسانیت کے مختلف حلقوں میں تعلق و اتصال اور کسی درجہ یکسانی پیدا کی وہ اس وقت تک وجود میں نہیں آئے تھے۔ اس لئے انسانی دنیا اس وقت ایک دنیا نہیں تھی۔ بلکہ ہر قوم اور ملک کی گویا ایک مستقل دنیا تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس دور میں قوموں اور ملکوں کے لئے الگ الگ پیغمبر مبعوث ہوتے رہے اور چونکہ انسانوں کی ذہنی و روحانی استعداد کمال کو نہیں پہنچی تھی۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و ہدایت میں اس پورے دور میں ارتقاء بھی جاری رہا اور شرائع و احکام میں حسب ضرورت تغیر و تبدل ہوتا رہا۔

---

[1] اس مقدمہ کے یہ بیانات اور فاضل جج کا فیصلہ دونوں چیزیں اسی زمانہ میں الگ الگ کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔

یہاں تک کہ اب سے تقریباً ڈیڑھ دو ہزار سال پہلے ایسے حالات پیدا ہوئے کہ انسانی دنیا کے مختلف حصوں میں باہم تعلق اور تبادلہ علوم وافکار کچھ ہونے لگا اور پوری انسانی دنیا ایک ہی دنیا بننے لگی اور ٹھیک اس دور میں انسانیت، کچھ اپنے فطری ارتقاء کے نتیجہ میں اور کچھ انبیاء علیہم السلام کی ہزاروں سال کی مسلسل تربیت کے طفیل میں اپنی دینی وروحانی استعداد کے لحاظ سے گویا سن بلوغ کو پہنچی اور وہ وقت آ گیا کہ سب انسانوں کے لئے اللہ کا دین اور اس کی شریعت آخری اور مکمل شکل میں بھیج دی جائے اور پوری دنیا کی تعلیم وہدایت کے لئے ایک ہی پیغمبر مبعوث فرمادیا جائے۔ حکمت خداوندی نے ٹھیک اس وقت پر سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ساری دنیا کے لئے واحد نبی ورسول بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کے ذریعہ اپنا دین اور اپنی شریعت آخری اور مکمل شکل میں بھیج دی اور اعلان فرمادیا۔

''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (مائدہ:۳) '' ﴿آج میں تمہارے لئے تمہارا دین کی تکمیل کردی اور اپنی نعمت کا تم پر اتمام کردیا اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین کے پسند کیا۔﴾

اسی کے ساتھ حکمت خداوندی نے یہ بھی فیصلہ فرمایا کہ اس دین اور اس شریعت کو جو اپنے مکمل اور کافی وافی ہونے کی وجہ سے اب کبھی کسی ترمیم اور کسی اضافہ کی محتاج نہ ہوگی۔ محفوظ کردیا جائے اور ایسا انتظام فرمادیا جائے کہ ختم دنیا تک تمام انسانوں کے لئے یہ ایک زندہ اور محفوظ اور مستند خدائی دستور اور آسمانی منشور رہے اور اس فیصلہ کا اعلان بھی کتاب پاک میں فرمادیا گیا۔

''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (الحجر:۹) '' ﴿ہم نے اس نصیحت نامہ قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔﴾

تکمیل دین اور اتمام شریعت کے بعد اس کی حفاظت کا یہ فیصلہ دراصل محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کی حفاظت اور قیامت تک اس کی بقاء کی ضمانت کا فیصلہ تھا۔ گویا اسی فیصلہ میں یہ مضمر تھا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام اور رسل جس طرح خود دنیا سے چلے گئے۔ ان کی نبوتیں بھی چلی گئیں۔ ان کے متعلق فیصلہ الٰہی یہی تھا کہ وہ چلی جائیں۔ (جب ایک چیز سے کام لینا ہی نہیں تو اس کے باقی رہنے کی یہاں ضرورت ہی کیا ہے) لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت دنیا سے خود ان کے چلے جانے کے بعد باقی رکھی جائے گی۔ کیونکہ قیامت تک ہدایت ورہنمائی کا کام اب اسی سے لینا ہے۔ الغرض دین وﷺ شریعت کی تکمیل وحفاظت کا یہ فیصلہ اور اعلانیہ براہ راست اس حقیقت کا اعلانیہ تھا کہ نبوت محمدی قیامت تک باقی رکھی جائے گی اور آسمان

نبوت کا یہ آفتاب اس دنیا کی آخری شام تک غروب نہ ہوگا۔

پس خود رسول اللہ ﷺ تو اس بشری دنیا کے عام طبعی قانون کے مطابق (جس سے حکمت الٰہی نے کسی بشر کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا ہے [۱]) وقت مقررہ پر اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ لیکن آپ ﷺ کی نبوت نہیں گئی اور اللہ کے فیصلہ کے مطابق وہ قیامت تک کے لئے اس دنیا میں باقی ہے اور طالبان نور کے لئے آفتاب ہدایت و نبوت جوں کا توں روشن رہے گا اور دنیا کبھی نبوت کے نور سے خالی نہ ہوگی۔

اسی لئے حکمت خداوندی نے یہ فیصلہ فرمایا کہ کوئی نئی نبوت نہیں بھیجی جائے گی اور کوئی نیا نبی مبعوث نہ ہوگا۔ بس محمد رسول اللہ ﷺ پر یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اس کا اعلان بھی فرما دیا۔

''ولکن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شئي عليما (احزاب: ٤٠)'' ﴿ولیکن محمد اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ (یعنی سب سے آخری نبی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا پورا علم ہے۔﴾

حق تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرمانے کے بعد جو یہ فرمایا کہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ تو اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ختم نبوت کے اعلان سے تمہیں یہ وسوسہ اور خطرہ نہ ہو کہ آئندہ جب نبی نہیں آئیں گے تو انسانوں کی ہدایت کی ضرورت کس طرح پوری ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ فیصلہ ہم نے کیا ہے اور ہم علیم کامل ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ ہمارے اس آخری نبی کے بعد اب انسانی دنیا کو کسی نئے نبی اور نئی ہدایات کی بالکل ضرورت نہ ہوگی کیونکہ اس نبی کی نبوت اور تعلیم و ہدایت قیامت تک زندہ اور محفوظ رہ کر اپنا کام کرتی رہے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے بھی اپنے اس فیصلہ کا بار بار اعلان کرایا۔ حدیث کا جو ذخیرہ متداول کتابوں میں محفوظ ہے معمولی تلاش سے اس میں دس بیس نہیں سیکڑوں بلا مبالغہ سیکڑوں حدیثیں مل جاتی ہیں۔ جن میں رسول اللہ ﷺ نے مختلف الفاظ و عبارات میں اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کا اعلان فرمایا ہے کہ نبوت مجھ پر ختم کر دی گئی۔ اب میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے

---

[۱] ''وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افان مت فهم الخلدون (الانبياء ٣٤)''

گا۔ مگر آپ نے اللہ کی اطلاع سے یہ پیشین گوئی بھی فرمائی کہ:

''لا تقوم الساعة حتیٰ یبعث دجالون کذابون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی [۲]'' ﴿نہیں آئے گی قیامت یہاں تک کہ اٹھیں گے بہت سے دجال و کذاب اور وہ سب نبوت کے مدعی ہوں گے اور حقیقت یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔﴾

چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق پہلی صدی سے بلکہ عہد نبوی ہی سے ان دجالوں کذابوں کا ظہور شروع ہوگیا۔ مسیلمہ کذاب نے آنحضرت ﷺ کے آخری دور حیات ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا اور آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ نے باتفاق رائے سب سے پہلا جہاد اسی مسیلمہ اور اس کی امت کے خلاف کیا۔ جس میں بارہ سو صحابہؓ شہید ہوئے۔ لیکن جھوٹی نبوت کے اس فتنہ کو دفن کر کے دم لیا۔

پھر اس کے بعد بھی آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق مختلف زمانوں میں مدعیان نبوت اٹھے۔ لیکن امت محمدی نے ان کے ساتھ یہی معاملہ کیا۔ اگر وہ پاگل نہیں تھے تو ان کو دجال و کذاب اور مرتد قرار دیا گیا اور ان کے ناپاک وجود سے اللہ کی زمین کو پاک کیا گیا اور یہ اسی بنیاد پر ہوا کہ ختم نبوت کے عقیدہ کو دین کے ان ضروریات و بینات میں سے سمجھا گیا۔ جن میں سے کسی ایک کے انکار سے بھی آدمی کا رشتہ اسلام سے کٹ جاتا ہے۔

بہرحال ہر دور میں پوری امت محمدیہ کا یہ متفقہ فیصلہ رہا ہے اور اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ہونا اور آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا نہ آنا اسی طرح

---

[۱] ختم نبوت پر مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب دیوبندی کا اردو میں جو رسالہ ہے دو سو حدیثیں تو موصوف نے اسی میں جمع کر دی ہیں اور ان پر اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

[۲] ''(رواه ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۷، باب ذكر الفتن ودلائلها وترمذی ج ۲ ص ۴۵، باب ماجاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون، عن ثوبان وفی الصحیحین عن ابی هریرة لا تقوم الساعة حتیٰ یبعث دجالون کذابون قریباً من ثلثین کلهم یزعم انه رسول الله، بخاری ج ۱ ص ۵۰۹، باب علامات النبوة فی الاسلام، مسلم ج ۲ ص ۳۹۷، باب فی قوله ﷺ ان بین یدی الساعة کذابین قریباً من ثلاثین ۔ قال الحافظ فی الفتح لیس المراد بالحدیث من ادعی النبوة مطلقاً فانهم لا یحصون کثرة ۔ انما المراد من قامت له الشوکة ۔ فتح الباری ج ٦ ص ٤٥٥، باب علامات النبوة فی الاسلام)''

ضروریات دین میں سے ہے۔ جس طرح مثلاً حضور ﷺ کا نبی ورسول ہونا۔ قرآن کا کتاب اللہ ہونا۔ قیامت کا قائم ہونا وغیرہ وغیرہ اور اسی لئے نئی نبوت کے مدعیوں کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو ہمیشہ اسلام سے خارج سمجھا گیا اور ان کے ساتھ ہمیشہ وہی معاملہ کیا گیا۔ جس کے مرتدین اور زنادقہ مستحق ہوتے ہیں۔ بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ ان کے ساتھ دوسرے زندیقوں اور مرتدوں سے زیادہ سخت معاملہ کیا گیا۔

اور یوں بھی غور کرنے سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ اور اس کی گنجائش سمجھنا ایسا ہی بڑا فتنہ ہے کہ امت کو پوری شدت کے ساتھ اس کی بیخ کنی کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ ذرہ برابر نرمی نہ برتنا چاہئے۔ صدیق اکبرؓ جو اپنی طبیعت اور مزاج کے لحاظ سے نہایت نرم تھے اور جنگ بدر میں گرفتار ہونے والے مکہ کے محاربین کافروں کے متعلق بھی جنہوں نے حضور ﷺ کو نرم فیصلہ کی رائے دی تھی۔ مسیلمہ کے خلاف جہاد کے بارہ میں ان کا غیر معمولی جوش اور عزم جو روایات سے معلوم ہوتا ہے وہ ان کے مقام صدیقیت کی خاص شہادت ہے۔

ذرا غور فرمائیے اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین قرار دے کر فیصلہ فرما دیا کہ اب قیامت تک کے سارے انسانوں کی نجات صرف ان کی تصدیق اور ان کی ہدایات وتعلیم کے اتباع پر منحصر ہے۔ ان کے بعد اب کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔ جس کی تصدیق کرنا اور جس کی ہدایت کا ماننا انسانوں کی نجات کے لئے ضروری ہو۔

شاید بہت سے لوگوں نے غور نہیں کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ایک غیر معمولی عظمت اور اہمیت رکھتا ہے اور امت محمدیہ کے لئے اس میں بہت ہی بڑی رحمت ہے۔ نبوت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ نئے نبیوں کا آنا امتوں کے لئے کتنا بڑا اور کتنا سخت امتحان ہوتا ہے اور پہلے پیغمبروں کے ماننے والے کتنے لوگ ہوتے ہیں۔ جو نئے نبی پر ایمان لاتے ہیں۔ صرف سب سے آخری دو رسولوں ہی کو دیکھ لیجئے۔ عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے (اور احیاء موتیٰ جیسے معجزے لے کر تشریف لائے) تو یہودیوں میں سے کتنے ان پر ایمان لائے اور کتنے انکار کر کے لعنتی اور جہنمی بنے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور کیسی آیات بینات کے ساتھ تشریف لائے۔ تو یہود ونصاریٰ میں سے یعنی اگلے پیغمبروں اور اگلی کتابوں کے ماننے والوں میں سے کتنے آپؐ پر

ایمان لائے اور کتنے انکار اور کفر کر کے دنیا میں اللہ کی لعنت کے اور آخرت میں ابدی عذاب نار کے مستحق ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر یہ رحمت فرمائی کہ اس امت کو اس سخت امتحان سے محفوظ فرما دیا۔ اگر بالفرض نبوت جاری رہتی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوئی ہے۔ یعنی حضور ﷺ کی امت کے بہت تھوڑے لوگ اس کو مانتے اور زیادہ تر انکار کر کے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہو جاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے محفوظ فرما دیا اور امت کو مطمئن فرما دیا کہ تمہاری اور ساری دنیا کی نجات کے لئے بس یہ کافی ہے کہ ہمارے اس رسول (حضرت محمد مصطفی ﷺ) پر ایمان ہو اور ان کی ہدایت کا اتباع ہو۔

الغرض ختم نبوت صرف ایک دینی مسئلہ اور عقیدہ نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کا عنوان ہے کہ اب سارے انسانوں کے لئے نجات کی آخری شرط بس ہمارے اس رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا اور ان کی ہدایت کا اتباع کرنا ہے۔ اس لئے اب قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو مطمئن اور یکسو ہو کر بس ان کا اتباع کرنا چاہئے۔ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے سلسلہ میں یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔

بس اب جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی نئی نبوت کی گنجائش نکالتا ہے۔ وہ اللہ کے اس فیصلہ اور اس کے قائم کئے ہوئے اس سارے دینی نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ ذرا اس کے دوررس نتائج پر غور کیجئے۔ یہ دوسری قسم کی اعتقادی گمراہیوں سے بہت مختلف قسم کی بات ہے۔ اس کا اثر پورے نظام دین پر پڑتا ہے۔ نئے نبی کی آمد پر اس پر ایمان لانا مدار نجات ہو جاتا ہے۔ وہی نبی وقت ہوتا ہے اور اس کے زمانہ کا کوئی شخص جو اس سے پہلے پیغمبروں کی تصدیق کرے۔ لیکن اس کو نہ مانے تو وہ کافر اور اللہ کی لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے بعد نئی نبوت کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ نجات کی آخری شرط محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا نہیں ہوگا۔ بلکہ بعد میں آنے والے اس نبی پر ایمان لانا نجات کی آخری شرط ٹھہرے گا۔ (جیسا کہ قادیانی امت مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق صاف صاف کہتی ہے کہ ان کا انکار کرنے والے اسی طرح کافر اور لعنتی ہیں۔ جس طرح پہلے نبیوں کے منکر لعنتی اور کافر ہوئے)

پس جو لوگ دین میں اتنا بڑا فساد برپا کرنا چاہیں اور قیامت تک کے لئے قائم کئے

ہوئے اللہ کے اس نظام کو یوں درہم برہم کرنا چاہتے ہیں۔ لازماً ایمان والوں کو ان کے ساتھ دوسرے تمام زنادقہ ومرتدین سے زیادہ سخت معاملہ کرنا چاہئے [۱] اور اسلامی تاریخ کے جاننے والے جیسا کہ جانتے ہیں کہ امت محمدیہ نے ہر دور میں ایسا ہی کیا ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ کبھی کوئی نرمی نہیں کی گئی۔

---

[۱] اس موقع پر قادیانیت کے خلاف اسی دور کے دو ممتاز بزرگوں کے شدت غیظ کا ذکر انشاء اللہ بہت سے ناظرین کے لئے اطمینان وبصیرت کا موجب ہوگا۔ استاذ نا مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ جن کے متعلق بس جاننے والے ہی جانتے ہیں کہ علم وتفقہ اور ورع وتقویٰ میں ان کا مقام ہمارے اس دور کے خواص میں بھی کتنا بلند تھا۔ قرآن کریم کے مسلم ومشہور مفسر اور حدیث کے بلند پایہ شارح حضرت مولانا شبیر احمد صاحب نے اپنی شرح مسلم میں ایک جگہ ان کے بارے میں جو یہ تحریر فرمایا کہ ''لم تر العیون ولم یرھو نفسه مثله ''یعنی اس زمانہ کے لوگوں کی آنکھوں نے ان کی کوئی اور نظیر اور مثال نہیں دیکھی اور انہوں نے خود بھی کوئی اپنا جیسا نہیں دیکھا۔ علیٰ ہذا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ان کے متعلق جو یہ فرمایا کہ اس امت میں ان کا وجود اسلام کی صداقت کی دلیل اور ایک مستقل معجزہ ہے۔ (حضرت حکیم الامت کا یہ ملفوظ جس کتاب میں چھپا ہوا ہے وہ اس وقت سامنے نہیں ہے اور بعینہ الفاظ بھی یاد نہیں ہیں۔ حاصل انشاء اللہ یہی ہے) تو جو لوگ حضرت شاہ صاحبؒ سے اچھی طرح واقف نہیں ممکن ہے کہ وہ ان بزرگوں کے ان ارشادات میں کوئی مبالغہ سمجھیں۔ لیکن جو واقف ہیں ان کے نزدیک تو یہ بالکل حقیقت ہے۔ جو نپے تلے لفظوں میں ادا کی گئی ہے۔ بہرحال مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ اس امام عصر کا حال قادیانیت کے خلاف شدت غیظ کے بارے میں یہ تھا کہ عاجز راقم سطور خود اپنے متعلق عرض کرتا ہے کہ کبھی کبھی دل میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ دنیا میں طرح طرح کا فر اور بددین موجود ہیں۔ پھر حضرت کو سب سے زیادہ غیظ اور غصہ قادیانیوں ہی کے خلاف کیوں ہے اور کفر والحاد کے دوسرے تمام فتنوں سے زیادہ قابل توجہ آپ قادیانیت کو کیوں سمجھتے ہیں؟۔ بہت دنوں کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نئی نبوت کا دعویٰ اور اس کی گنجائش سمجھنا دین کے اس پورے نظام کو درہم برہم کر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبوت محمدی کے ذریعہ قیامت تک کے لئے قائم کیا ہے۔ اس لئے اللہ کے جن بندوں پر اس دجالی فتنہ کی حقیقت اور اس کے ضرر کا پوری طرح انکشاف ہوا ان کے قلوب میں اتنا شدید غیظ پیدا ہو جانا بالکل قدرتی بات ہے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور اسلامی تاریخ کے جاننے والے جیسا کہ جانتے ہیں امت محمدیہ نے ہر دور میں ایسا ہی کیا ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ کبھی کوئی نرمی نہیں ہوئی۔ بدقسمتی سے ہندوستان میں اسلامی حکومت کے خاتمہ کے بعد جب انگریزی حکومت قائم ہوئی تو جس طرح زنا اور شراب جیسے فواحش ومنکرات کو قانونی جواز حاصل ہوگیا اور مسلمانوں کے بس میں یہ بھی نہ رہا کہ وہ بازار میں شراب کی اور عورتوں کی عصمت کی خرید وفروخت کو بزور روک سکیں۔ اسی طرح نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے لئے بھی میدان صاف ہوگیا تو اٹھارھویں صدی کے اواخر میں مرزا غلام احمد قادیانی (جس کو بہت پہلے سے مذہبی سرداری کا مقام حاصل کرنے کا مالیخولیا تھا) انگریزی حکومت کے سایہ میں نبوت کے دعوے کے ساتھ کھڑا ہوگیا[۱]۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور یہ صدیقی نسبت ہے۔ اسی دور کے اکابر علماء واہل اللہ میں دوسری شخصیت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کی تھی۔ اس عاجز نے خود تو زیارت نہیں کی لیکن ان کے خواص سے سنا ہے کہ قادیان کے اس دجالی فتنہ سے وہ اس قدر بے کل تھے کہ بعض اوقات تڑپتے اور روتے تھے۔ رات رات بھر بیٹھ کر قادیانیت کے رد میں کتابیں لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر جہاد کا ثواب دے گا۔ فرماتے تھے میرے لئے یہ کام نوافل سے افضل ہے۔ جن دنوں اس سلسلہ کی کسی کتاب کی تالیف میں مشغول ہوتے تھے تہجد تک مختصر پڑھتے تھے۔ پھر کتاب کی چھپائی کے لئے جو کچھ پاس پلے ہوتا بعض اوقات سب نکال دیتے اور اس کا بھی خیال نہ فرماتے کہ گھر کے بچے شام کو کھانا کہاں سے کھائیں گے۔

[۱] انجام آتھم مرزا غلام احمد قادیانی کی مشہور کتاب ہے۔ اس کے آخر میں دو صفحے عربی زبان میں ہیں ان کا عنوان ہے۔ قابل توجہ گورنمنٹ ہند ان دو صفحوں میں مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزی حکومت کے متعلق اپنے جذبات کا صاف صاف اظہار کیا ہے اور اقرار کیا ہے کہ مجھے یہ آزادی اسی کے سایہ میں ملی ہوئی ہے۔ چند فقروں کا حاصل یہ ہے کہ: ''ہم نے بار بار لکھا ہے کہ ہم سرکار انگریزی کے خدمت گزاروں میں سے ہیں اور پوری وفاداری اور خلوص کے ساتھ اس کی خدمت کرتے ہیں اور ہمارے دل اس کے شکر اور اخلاص سے لبریز ہیں۔'' ہم اس کے سایہ میں امن وعافیت سے زندہ ہیں۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ اگلے صفحہ پر)

اس مختصر سے مضمون میں مرزا غلام احمد قادیانی کی اور اس کے دعووں کی تاریخ بیان کرنا نہیں ہے۔ اس کے لئے مستقل کتابیں موجود ہیں۔ بلکہ صرف دعوائے نبوت کے متعلق کچھ کہنا ہے اور وہ بھی صرف اس ضرورت سے کہ کبھی کبھی بعض پڑھے لکھے لوگ جنہوں نے غالباً مرزا قادیانی اور ان کی امت کی کتابوں کو دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی ہے قادیانیوں کے فریب میں آ کر مسلمانوں کو یہ مشورہ دینے لگتے ہیں کہ وہ قادیانیوں کو مسلمان ہی سمجھیں اور مرزا غلام احمد کے دعوائے نبوت، قادیانی امت کے اس پر ایمان لانے کی اسی طرح تاویل کر لیں جس طرح کہ بہت سے صوفیوں کے شطحیات کی یا شاعروں کے شاعرانہ کلمات کی کر لی جاتی ہے۔

دعوائے نبوت: قادیانی امت کے موجودہ خلیفہ اور امام مرزا محمود نے اب سے پچاس سال پہلے ۱۹۱۵ء میں حقیقت النبوۃ کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی۔ جس کا موضوع ہی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) سرکاری انگریزی کی تعریف ہم آج ہی نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کام میں ہماری عمریں ختم ہوئی ہیں اور ہماری ہڈیاں پگھلی ہیں اور ہمارے باپ دادا اس سرکار ہی کی تعریف کرتے ہوئے مرے ہیں اور ہم نے پورے خلوص کے ساتھ دل و جان سے اس سرکار کی حمایت کی ہے اور اس کی اغراض کی حمایت میں بہت سی کتابیں لکھ لکھ کر شام و روم وغیرہ دور دراز ممالک میں کثرت سے شائع کرائی ہیں اور یہ کام سرکار کے وفاداروں میں سے ہمارے سوا کسی نے نہیں کیا ہے۔

سرکار انگریزی کے احسانات اور عنایات کو ہم مرتے دم تک بھولنے والے نہیں۔

اسی کے دم سے ہماری جانیں اور ہماری عزت اور ہماری دولت محفوظ ہے۔

(از انجام آتھم ص ۲۸۳، ۲۸۴، خزائن ج ۱۱ص ایضاً)

یہ صرف ایک مضمون کے چند فقرے ہیں۔ اس کے علاوہ خدا جانے کتنی جگہ اس شخص نے اپنے ان خیالات اور جذبات کا اظہار کیا ہے اور صاف صاف لفظوں میں اپنے کو انگریزی حکومت کا خود کاشتہ پودا تک لکھا ہے۔ اللہ کی شان ہے ایسی ذلیل اور پست ذہنیت رکھنے والے آدمی کو بھی نبی اور مسیح اور مہدی ماننے والے مل گئے۔

''ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد''

لاہوری پارٹی کا مقابلہ میں مرزا قادیانی کو نبی یعنی شرعی معنی کے لحاظ سے حقیقی نبی ثابت کرنا ہے۔

اس کی لوح پر لکھا ہوا ہے کہ ''اس میں مسیح موعود، مہدی موعود کی نبوت و رسالت براہین قاطعہ کے ساتھ ثابت کی گئی ہے۔'' (ٹائٹل حقیقت النبوۃ)

اس کے ص۱۸۴ سے ص۲۳۳ تک (گویا پورے پچاس صفحے پر) لاہوریوں پر حجت قائم کرنے کے لئے مرزا غلام احمد کی نبوت کے دلائل دئے گئے ہیں۔ یہ کل ۲۰ دلائل ہیں ان میں ساتویں دلیل یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے خود اپنے کو نبی و رسول کہا ہے اور اپنے لئے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے۔ (حقیقت النبوۃ ص۲۰۹)

اور پھر گن کر ۳۹ عبارتیں مرزا قادیانی کی کتابوں سے مرزا محمود نے نقل کی ہیں۔ جن میں مرزا قادیانی نے اپنے کو نبی و رسول کہا ہے اور نبوت و رسالت کا صاف و صریح دعویٰ کیا ہے۔ ان ہی میں سے چند عبارتیں ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ یہ عبارتیں اگرچہ ہم نے خود مرزا قادیانی کی کتابوں میں بھی پڑھی ہیں۔ لیکن اس وقت ہم ان کو حقیقت النبوۃ سے نقل کر رہے ہیں۔

۱...... ''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳)

۲...... ''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔''

(مرزا قادیانی کا آخری خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۹۷)

۳...... ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔''

(بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

۴...... ''پس اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشین گوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کے لئے نشان ہے۔ یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصۂ زمین میں تکذیب ہو۔ مگر اس کی تکذیب کے وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں۔'' (حقیقت الوحی ص۱۶۱، خزائن ج۲۲ ص۱۶۵)

۵...... ''کانگڑہ اور بھاگسو کے پہاڑ کے صدہا آدمی زلزلہ سے ہلاک ہو گئے۔ ان کا کیا قصور تھا۔ انہوں نے کون سی تکذیب کی تھی۔ سو یاد رہے کہ جب خدا کے کسی مرسل کی تکذیب کی جاتی ہے۔ خواہ وہ تکذیب کوئی خاص قوم کرے یا کسی خاص حصۂ زمین میں ہو۔ مگر

خداتعالیٰ کی غیرت عام عذاب نازل کرتی ہے۔" (حقیقت الوحی ص۱۶۲،خزائن ج۲۲ص۱۶۶)

۶...... "پس خدا نے اپنی سنت کے موافق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا تب وہ وقت آیا کہ ان کو ان کے جرائم کی سزا دی جائے۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص۵۲،خزائن ج۲۲ص۴۸۶)

۷...... "سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو تلاش کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے۔ جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔" (تجلیات الٰہیہ ص۹،۸،خزائن ج۲۰ص۴۰۰،۴۰۱)

۸...... "خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے۔"

(دافع البلاء ص۱۸،خزائن ج۱۸ص۲۳۹)

۹...... "خداتعالیٰ قادیان کو اس طاعون کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔" (دافع البلاء ص۱۰،خزائن ج۱۸ص۲۳۰)

۱۰...... "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔"

(دافع البلاء ص۱۱،خزائن ج۱۸ص۲۳۱،حقیقت النبوۃ از مرزا محمود ص۲۱۰،۲۱۱،۲۱۲،۱۳،۱۴)

یہ مرزا قادیانی کی اپنی عبارتیں ہیں۔ انصاف سے غور کیا جائے کہ ان میں کسی تاویل کی کیا گنجائش ہے۔ ان کے علاوہ مرزا قادیانی نے جو خدائی الہامات گھڑے ہیں۔ ان میں بھی وہ سینکڑوں جگہ خدا کی طرف سے اپنے کو نبی و رسول کہتے ہیں۔ مرزا محمود نے حقیقت النبوۃ میں ان الہامات کو بھی اپنے باپ کی نبوت کی مستقل دلیل قرار دیا ہے اور ۳۹ ہی ایسے الہام بھی ذکر کئے ہیں۔ ہم ان میں سے بھی صرف ۱۰ ہی یہاں نقل کرتے ہیں۔

۱ "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق وتھذیب الاخلاق" (اربعین نمبر۲ ص۳۲،خزائن ج۱۷ص۳۸۰)

۲...... "انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم"

(حقیقت الوحی ص۸۷،خزائن ج۲۲ص۹۰)

۳...... ''انی مع الرسول اقوم وافطر واصوم''

(حقیقت الوحی ص۱۰۳،خزائن ج۲۲ص۱۰۷)

۴ ... ''ویقول العدولست مرسلا سناخذه من مارن اوخر طوم'' (اربعین نمبر۴ص۳۴،خزائن ج۱۷ص۳۸۲)

۵...... ''انی مع الرسول اقوم من یلومه الوم'' (تذکرہ ص۴۲۰)

۶...... ''انی مع الرسول اقوم ولن ابرح الارض الی الوقت المعلوم'' (حقیقت الوحی ص۱۰۳،۱۰۴،خزائن ج۲۲ص۱۰۷)

۷ ..... ''انی مع الرسول اقوم واروم مایروم''(تذکرہ ص۴۲۴طبع سوم)

۸...... ''انی مع الرسول فقط'' (تذکرہ ص۵۲۰طبع سوم)

۹...... ''انا ارسلنا احمد الی قوم فاعرضوا وقالواکذاب اشر''

(تذکرہ ص۳۳۵،۳۷۵،۳۹۱)

عربی زبان کا صحیح ذوق رکھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی مہمل تک بندیوں کو حق تعالیٰ شانہ کی وحی بتانا افتراء علی اللہ ہونے کے علاوہ کتنی بڑی جہالت اور بے حیائی ہے۔لیکن اس وقت ان چیزوں سے بالکل بحث نہیں۔یہاں تو ان مہملات کے نقل کرنے سے غرض صرف یہ ہے کہ اس شخص کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ اللہ کی وحی اور اس کے الہامات ہیں جن میں مجھے نبی ورسول یا مرسل کہا گیا ہے۔آخر میں اس سلسلہ کا ایک اردو الہام بھی سن لیجئے۔

۱۰...... ''دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زورآور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔'' (تذکرہ ص۱۰۴طبع سوم)

مرزامحمود نے حقیقت النبوۃ میں اس قسم کے ۳۹ الہام نقل کر کے جن میں سے دس ناظرین نے یہاں ملاحظہ فرمائے۔لکھا ہے کہ:''اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس قدر الہامات کی موجودگی میں ہم حضرت مسیح موعود کو غیر نبی قرار دیں۔اللہ تعالیٰ تو ایک دفعہ نہیں،دو دفعہ نہیں،بیسیوں اور سیکڑوں دفعہ آپ کو نبی کے نام سے یاد فرماتا ہے اور ہم سب جگہ یہ تاویل کر لیں کہ ان سب الہامات سے مراد اسی قدر ہے کہ آپ نبی نہیں۔مگر نبیوں کی کوئی صفت آپ میں پائی جاتی ہے۔کیا اس کی نظیر دنیا میں کسی اور انسان میں بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بار بار نبی کہہ کر پکارتا ہے۔

لیکن درحقیقت وہ نبی نہیں ہوتا... کیا سب نبیوں کو ہم اس لئے نبی نہیں مانتے کہ خداتعالیٰ نے ان کو نبی کہا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہی خدا جس نے موسیٰ سے کہا تو نبی تو وہ نبی ہوگیا اور عیسیٰ سے کہا کہ تو نبی ہے تو وہ نبی ہوگیا۔ لیکن آج مسیح موعود سے کہتا ہے کہ تو نبی ہے تو وہ نبی نہیں ہوتا۔ اگر نبی بنانے کے لئے کوئی اور لفظ ہوتے ہیں تو انہیں ہمارے سامنے پیش کرو۔ جن سے ہمیں معلوم ہو سکے کہ پہلے نبیوں کو تو اس طرح نبی کہا جاتا تھا۔ تب وہ نبی ہوتے تھے اور مسیح موعود کو اس کے خلاف کسی اور طرح بھی کہا گیا ہے۔ پس وہ نبی نہیں ہوئے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی یقینی وحی کی موجودگی میں کوئی شخص مسیح موعود کی نبوت کا انکار کرسکتا ہے اور جو شخص انکار کرتا ہے۔ اسے ضرور پہلے نبیوں کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت جن دلائل اور جن الفاظ سے ثابت ہوتی ہے۔ ان سے بڑھ کر دلائل اور صاف الفاظ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق موجود ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے اگر مسیح موعود نبی نہیں تو دنیا میں آج تک کبھی کوئی نبی ہوا ہی نہیں۔'' (حقیقت النبوۃ ص۲۰۰، ۲۰۱)

جیسا کہ ہم اوپر عرض کرچکے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مرزا غلام احمد کی عبارتوں میں بھی کسی تاویل وتوجیہ کی گنجائش نہیں ہے اور محمد علی لاہوری ایم اے وغیرہ نے ان عبارات میں اب تک جو تاویلیں کی ہیں۔ ہمارے نزدیک تو وہ صرف اس بات کے دلائل ہیں کہ ایک اچھا خاصا پڑھا لکھا آدمی بھی جب کسی غلط اور صریحاً غلط بات کو ماننے کی ہی ٹھان لے اور اللہ کی توفیق نصیب نہ ہوتو پھر علم اور عقل کی کوئی روشنی اسے اس غلطی سے نہیں بچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے خواجہ کمال الدین اور محمد علی ایم اے جیسوں کی شکل میں ہمیں یہ نمونے دکھائے۔ تاکہ سمجھنے والے سمجھیں کہ سعادت اور ہدایت کسی کو بلا اللہ کی توفیق کے نہیں ملتی۔

بہرحال ہم تو پوری دیانت اور بصیرت سے یہ سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت میں کسی تاویل وتوجیہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن اگر کسی ایسے صاحب کو جنہوں نے قادیانی لٹریچر کا زیادہ مطالعہ نہیں کیا ہے۔ لاہوری پارٹی کی تاویلوں کی وجہ سے یا خود مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض دوسری دجل آفریں تلبیس عبارات کی وجہ سے اشتباہ اور تردد ہوتو ہمارے نزدیک اس کا امکان اور اس کی گنجائش ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مرزا محمود اور ان کی پارٹی جن کو نبوت کے مسئلہ پر اصرار ہے اور جو صاف کہتے ہیں کہ ہم مرزا قادیانی کو انہیں معنوں میں نبی مانتے ہیں۔ جن معنوں

میں پہلے نبیوں کو قرآن وحدیث میں نبی کہا گیا ہے اور جو آپ نے اس عقیدے پر دلیلیں پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں سے اس موضوع پر مناظرے کرتے ہیں۔ آخر ان کے بارہ میں اشتباہ یا تردد کی کیا گنجائش ہے؟۔

اگرچہ اہل انصاف اور طالبان حق کے لئے مرزا محمود کی مندرجہ بالا عبارت ہی کافی ہے۔ لیکن اسی کتاب حقیقت النبوۃ کی چند عبارتیں اور بھی پڑھ لیجئے۔

۱...... ''آپ (یعنی مرزا قادیانی) نبی ہیں اور خدا نے اور اس کے رسول نے ان ہی الفاظ میں آپ کو نبی کہا ہے۔ جن میں قرآن کریم اور احادیث میں پچھلے نبیوں کو نبی کہا گیا ہے۔'' (ص۷۰)

۲...... ''پس اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح موعود قرآن مجید کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں اور لغت کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں۔'' (ص۱۱۶)

۳...... ''پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے۔ اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔'' (ص۱۷۴)

۴...... ''بلحاظ نبوت ہم بھی مرزا قادیانی کو پہلے نبیوں کے مطابق مانتے ہیں۔'' (ص۲۹۲)

لاہوری پارٹی مرزا غلام احمد قادیانی کی ایسی جن عبارتوں کو پیش کرتی ہے۔ جن میں انہوں نے دعوے نبوت سے کبھی انکار کیا ہے یا اپنی نبوت کو جزئی اور ناقص اور نبوت محدثیت بتلایا ہے۔ ان کے متعلق مرزا محمود نے طویل بحث کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ۱۹۰۱ء تک مرزا قادیانی کا یہ خیال تھا کہ میری نبوت جزئی اور ناقص نبوت ہے اور اس کا مطلب گویا محدثیت ہے۔ لیکن ۱۹۰۱ء میں خدا کی وحی نے ان کو اس طرف متوجہ کیا کہ ان کی نبوت جزئی نہیں ہے۔ بلکہ ان کی نبوت وہی نبوت ہے جو اگلے نبیوں کی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد سے عقیدہ بدل گیا۔ پھر آپ نے اپنی نبوت کو جزئی یا ناقص نہیں کہا۔ یہ پوری بحث بہت طویل ہے اور فضول تکرار سے بھری ہوئی ہے۔ سب کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔ چند فقرے جن میں اصل بات آگئی ہے یہ ہیں۔

۵...... ''جن کتب میں آپ نے اپنے نبی ہونے سے صریح الفاظ میں انکار کیا ہے اور اپنی نبوت کو جزئی اور ناقص اور محدثوں کی نبوت قرار دیا ہے۔ وہ سب کی سب بلا استثناء

۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب ہیں اور ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب میں سے ایک کتاب میں بھی اپنی نبوت کو جزئی قرار نہیں دیا اور نہ ناقص اور نہ نبوت محدثیت۔'' (ص ۱۲۰)

۶ ..... ''۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔'' (ص ۱۲۱)

۷ ..... ''پہلے بھی (یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی) نبی کے نام سے آپ کو پکارا جاتا تھا۔ لیکن آپ اس کو تاویل کرتے رہتے تھے۔ لیکن جب بار بار الہامات میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی و رسول کے نام سے پکارا تو آپ کو معلوم ہوا کہ آپ واقعی ہی نبی ہیں۔ غیر نبی نہیں۔ جیسا کہ پہلے سمجھتے تھے اور نبی کا لفظ جو آپ کے الہامات میں آتا ہے۔ صریح ہے۔ قابل تاویل نہیں۔'' (ص ۱۲۳، ۱۲۴)

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ مرزا محمود نے حقیقت النبوۃ میں لاہوریوں پر حجت قائم کرنے کے لئے قریباً پچاس صفحہ پر اپنے باپ کی نبوت کی دلیلیں دی ہیں۔ یہ کل ۲۰ دلیلیں دی ہیں۔ ناظرین ذرا اس سلسلہ کی بھی سیر کر لیں۔

۸ ..... اوّل دلیل حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کو نبی کہہ کر پکارا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو بھی قرآن کریم میں رسول کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک تو آیت مبشراً برسول یاتی من بعد اسمہ احمد[1] سے ثابت ہے کہ آنے والے مسیح کا نام اللہ تعالیٰ رسول رکھتا ہے ... پس جس کا نام قرآن مجید رسول رکھتا ہے اس کے نبی اور رسول ہونے میں کیا شک کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ ہم پہلے سب نبیوں کو اسی بناء پر مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام نبی رکھا ہے۔ تو مسیح موعود کے رسول نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ جو دلیل پہلوں کے نبی ہونے کی ہے وہی حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے کی ہے۔ اگر حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام نبی اور رسول تھے تو مسیح موعود بھی نبی تھے اور اگر حضرت مسیح موعود نبی نہ تھے تو پہلے بزرگ بھی نبی نہ تھے۔ دونوں کی نبوت پر ایک ہی کتاب شاہد ہے۔ (ص ۱۸۸، ۱۸۹)

---

[1] قادیانیوں کے نزدیک اس آیت میں مرزا غلام احمد کی نبوت اور بعثت کی بشارت دی گئی ہے۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی یہی کہا ہے۔

۹..... ''دوسری دلیل حضرت مسیح موعود نے نبی ہونے پر یہ ہے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ نے نبی کے نام سے یادفرمایا ہے اورنواس بن سمعان کی حدیث میں نبی اللہ کہہ کے آپ کو پکارا گیا ۱؎ ہے۔ پس آنحضرت ﷺ شاہد ہیں اس امر کے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں..... جسے خداتعالیٰ قرآن کریم میں رسول کہتا ہے اور ھو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ میں اس کی نسبت پیشین گوئی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ اس کے نبی ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ اس کی نبوت کا انکار کرنا کسی مومن کے لئے جائز نہیں ہوسکتا۔'' (ص۱۸۹،۱۹۰)

۱۰..... ''تیسری شہادت مسیح موعود کے نبی ہونے پر انبیاء علیہم السلام گذشتہ کی شہادت ہے۔سب سے پرانی شہادت تو زرتشت نبی کی ہے۔ جوایران کا ایک نبی ہے..... دوسری شہادت کرشن نبی کی ہے..... تیسری شہادت دانیال نبی کی ہے..... پھر کتاب طالمود میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا ہے۔''

''اب میں تمام صداقت پسندوں سے جن کا دعویٰ ہے کہ وہ حق کو قبول کرنے کے لئے ہروقت تیار رہتے ہیں۔ پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بات عقل سلیم تسلیم کرسکتی ہے کہ ایک شخص جو غیر نبی ہے۔اس کی نسبت ہزاروں سال پہلے انبیاء علیہم السلام خبر دے رہے تھے..... کیا ان سب نبیوں کی شہادتوں کے باوجود جو انہوں نے ہزاروں سال پہلے دی تھیں۔ ہم مسیح موعود کو غیر نبی تسلیم کرسکتے ہیں اور ان تمام پیشین گوئیوں میں جہاں جہاں اسے نبی کر کے یاد کیا گیا ہے ان سب مقامات کی یہ تاویل کرسکتے ہیں کہ نبی سے مراد نبی نہیں بلکہ کسی مشابہت کی وجہ سے نبی کہہ دیا گیا ہے۔ آخر تاویل کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ جو کوئی شخص مخلی بالطبع ہو کر اس بات پر غور کرے گا تو اسے اس خیال کی لغویت خود ہی معلوم ہو جائے گی اور روز روشن کی طرح اس پر ظاہر ہو جائے گا کہ مسیح موعود ضرور نبی ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص کا نام قرآن کریم نبی رکھے آنحضرت ﷺ نبی رکھیں، کرشن نبی رکھے، زرتشت نبی رکھے، دانیال نبی رکھے اور ہزاروں سالوں

۱؎ اس حدیث میں حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی کہا گیا ہے اور آخر زمانہ میں ان کے نزول کی خبر دی گئی ہے۔ مرزا غلام احمد اپنے کو اس کا مصداق کہتا ہے اور اس کی امت اس روایت کے لفظ نبی اللہ سے اس کی نبوت ثابت کرتی ہے۔

سے اس کے آنے کی خبریں دی جارہی ہوں۔ لیکن باوجود ان سب شہادتوں کے وہ پھر بھی غیر نبی ہی رہے اور سب پچھلے نبیوں کی بات قرآن کریم کی شہادت اور آنحضرت ﷺ کے فرمان کی تاویل کر لی جائے۔ اگر تاویل ہی کرنی ہے تو کیوں اپنے خیالات اور گمانوں کی تاویل نہ کی جائے اور کیوں بلا سبب اس قدر شہادتوں کو ان کی حقیقت سے پھیر دیا جائے اور اس قدر زبردست ثبوتوں سے منہ پھیر لیا جائے۔'' (حقیقت النبوۃ ص ۱۹۶ تا ۱۹۹)

بعض حضرات جو ''او نبی قوم باشداے مرید'' جیسی چیزیں سنا سنا کر مسلمانوں کو یہ تلقین فرماتے ہیں کہ وہ قادیانیوں کو مسلمان ہی سمجھیں اور مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت اور ان کی امت کے عقیدۂ نبوت کی تاویل کریں۔ جیسے کہ بہت سے صوفیوں کی شطحیات کی جاتی ہے۔ ہمارا گمان یہی ہے کہ ان حضرات سے یہ غلطی حقیقت حال سے ناواقفی کی وجہ سے ہوئی ہے اور اس لئے ہمیں امید ہے کہ وہ کم سے کم اس کو ضرور تسلیم کریں گے کہ مرزا محمود قادیانی کے ان بیانات نے قادیانیوں کے عقیدہ کے بارہ میں کسی تاویل کی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے۔

اور پھر بات صرف کتابوں اور عبارتوں ہی کی نہیں ہے۔ قادیانی مناظرین خاص اس موضوع پر مناظرے کرتے ہیں۔ ''اجرائے نبوت'' ان کے مناظروں اور مقررین کی اس موضوع پر تقریریں سنی ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر نبوت کے ختم نہ ہونے پر اور آپؐ کے بعد بھی نبوت کے جاری رہنے پر یہ لوگ زبان اور دماغ کا کتنا زور صرف کرتے ہیں اور ختم نبوت سے متعلق آیات واحادیث میں کیسی کیسی تحریفیں کرتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی ثابت کرنے پر کتنے زور لگاتے ہیں۔

بہرحال وفات مسیح کی طرح اجراء نبوت قادیانی علم کلام کا خاص مسئلہ ہے اور مرزا قادیانی کی نبوت ہی کی بنیاد پر قادیانی امت ان کے نہ ماننے والے اور ان کی تکذیب کرنے والے سارے مسلمانوں کو کافر کہتی ہے۔

قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ وامام مرزا محمود ہی نے ''حقیقت النبوۃ'' کی تصنیف سے بھی چار سال پہلے یعنی ۱۹۱۱ء میں ''تشحیذ الاذہان'' میں بغیر کسی لاگ لپیٹ کے پوری صراحت اور صفائی کے ساتھ اس کا اعلان کیا تھا اور خود مرزا قادیانی کی عبارتوں کے حوالے دے کر ثابت کیا تھا

کہ مرزا صاحب کو نہ ماننے والے اس زمانے کے مسلمان بالکل اس طرح کافر ہیں۔ جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کو نہ ماننے والے یہود و نصاریٰ کافر ہیں۔ تشحیذ الاذہان کے اس مضمون میں مرزا محمود نے اس دعوے کے ثبوت میں پہلے اپنے والد مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک خط سے جو انہوں نے ڈاکٹر عبدالحکیم کو لکھا تھا۔ ایک عبارت نقل کی ہے۔ جس کا آخری حصہ یہ ہے۔

''خدا نے مجھے ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۱۶۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷)

خط کی یہ عبارت نقل کر کے مرزا محمود کہتے ہیں کہ:

''اس عبارت سے مفصلہ ذیل باتیں نکلتی ہیں اوّل تو یہ کہ حضرت صاحب (مرزا قادیانی) کو اس بات کا الہام ہوا ہے کہ جس کو آپ کی دعوت پہنچی اور اس نے آپ کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس الزام کے نیچے وہی لوگ نہیں ہیں کہ جنہوں نے تکفیر میں جدوجہد کی ہے۔ بلکہ ہر ایک شخص جس نے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔''

(تشحیذ الاذہان ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۳۵، بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء)

نیز اسی تشحیذ الاذھان میں اسی سلسلہ میں صاف صاف لفظوں میں لکھا ہے۔

''جب تبت اور سوئیزرلینڈ کے باشندے رسول اللہ ﷺ کے نہ ماننے پر کافر ہیں تو ہندوستان کے باشندے مسیح موعود کو نہ ماننے سے کیونکر مومن ٹھہر سکتے ہیں ... جب حضرت کی مخالفت کے باوجود انسان مسلمان کا مسلمان رہتا ہے تو پھر آپ کی بعثت کا فائدہ ہی کیا ہوا۔''

(تشحیذ الاذہان ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۴۲، اپریل ۱۹۱۱ء)

اور اسی بنیاد پر مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کی نماز جنازہ میں شریک ہونا اور اپنی لڑکیوں کا ان سے نکاح کرنا وہ بالکل اسی طرح ناجائز سمجھتے ہیں۔ جس طرح کہ دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ یہ معاملات کرنا ناجائز ہے۔ یہ ان کے یہاں کے عام مشہور مسائل ہیں اور اسی پر قادیانی امت کا عمل ہے۔ ان سب چیزوں کے سامنے آنے کے بعد قادیانی امت کو مسلمان قرار دینے کی صرف یہی صورت ہے کہ اسلام میں نئے نبیوں کے آنے اور ان پر ایمان لانے کی گنجائش سمجھی جائے اور ظاہر ہے کہ کوئی ایمان والا ہرگز اس کافرانہ گمراہی کو اپنے لئے پسند نہیں کر سکتا۔

''واللہ الھادی الی سبیل الرشاد''